راحت جبیں

دل دشتِ عشق گردی کا

قیمہ دم پر رکھ کر اس نے چولھا آہستہ کیا اور کچن سے باہر نکل آئی۔ امی برآمدے میں مغرب کی نماز پڑھ رہی تھیں۔ گھر میں بلا کی خاموشی تھی اور یہ ممکن ہی نہ تھا کہ تینوں تو گھر میں موجود تھے۔

وہ کچھ حیران ہوتی صحن کی طرف مڑی۔ ٹیوب لائٹ کی دودھیا روشنی میں سفید ٹائلوں والا صحن لشکتا تھا۔ براؤن پینٹ والی کرسیوں پر وہ تینوں بلکہ چاروں مکمل طور پر مصروف تھے۔ ان کی زبانیں خاموش مگر ہاتھ اور منہ متحرک تھے۔ گنڈیریوں کا تھال تیزی سے ختم ہو رہا تھا۔ نیہا، عثمان، نعمان اور فیصل کا ساتھ دیتے ہوئے اب تھکنے لگی تھی کہ وہ بد تمیز تو پوری پوری گنڈیری منہ میں ڈالتے تھے۔ یوں لگتا گنے کا رس نکالنے والی مشینیں لگی ہیں، جہاں رس اندر جا رہا تھا اور چھلکے باہر آ رہے تھے۔

اس نے ختم ہوتی گنڈیریوں کو دیکھا اور خود بھی شامل ہو گئی۔

"تم لوگوں نے رات کو "بٹ تے بھٹی" دیکھی تھی۔"

نیہا نے چالاکی سے باتوں میں لگا کر ان کی رفتار کنٹرول کرنا چاہی۔

مکمل ناول

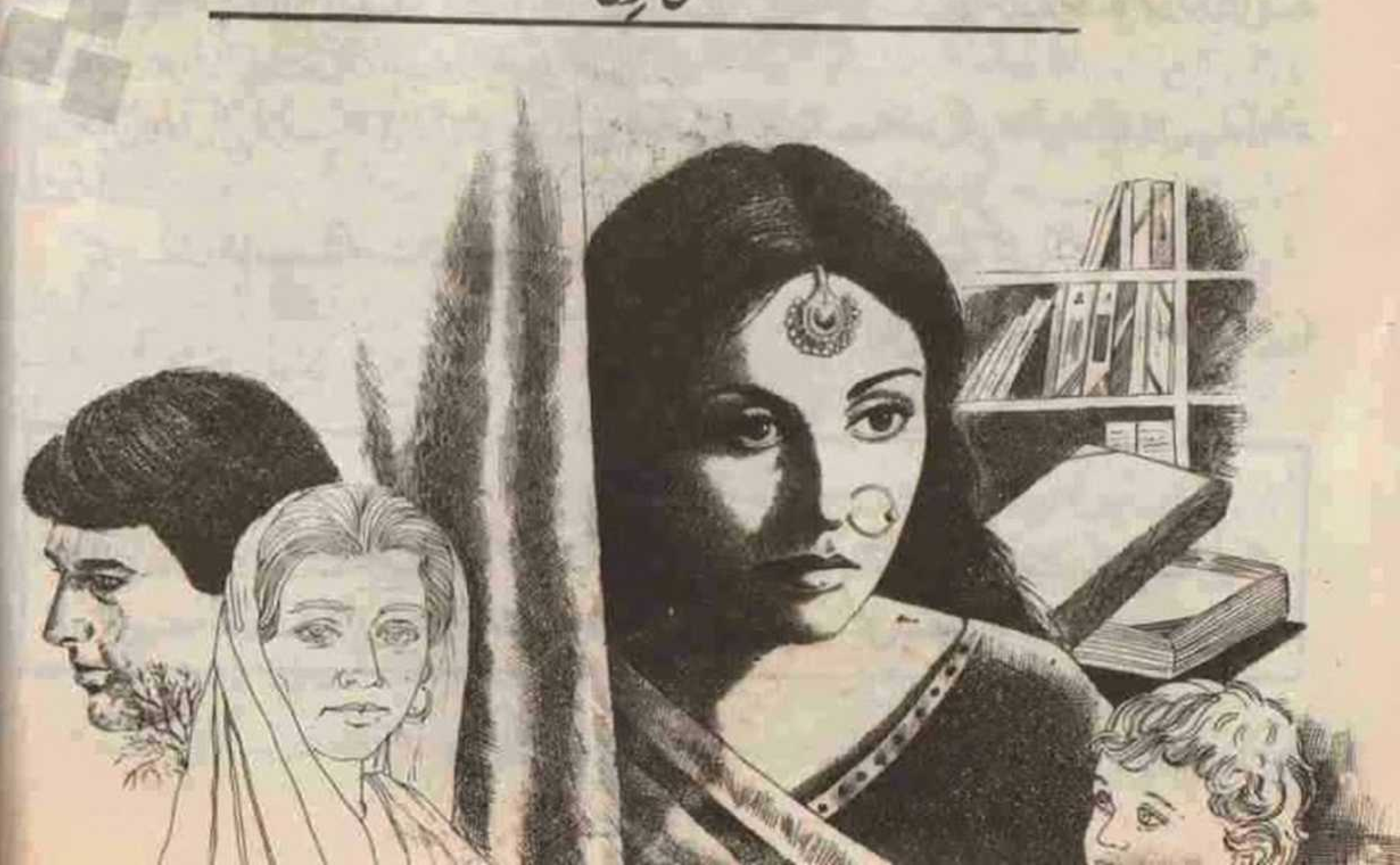

سب نے محض ہاتھ ہلا کر نفی میں جواب دینے کی زحمت کی تھی۔
زیبی نے کوئی چارہ نہ دیکھ کر آخری چار گنڈیریاں اپنے قبضے میں کرلیں۔ سب نے حسبِ توفیق اسے گھورا پھر ڈکار لے کر پیٹ پر ہاتھ پھیرا۔
"سواد آگیا۔"
بے جی کی چیخ نما للکار پر عثمان کا سارا سواد کرکرا ہوگیا۔
نعمان اور فیصل نے چھلانگ لگائی اور اوپر کی سیڑھیاں چڑھ گئے۔
نبیہا نے خالی تھال اٹھا کر سر پر رکھا اور عثمان میز کے نیچے گھسنے کی تدبیر سوچنے لگا تھا کہ قدرے فربہی مائل وجود کے ساتھ نہ تو وہ فوری طور پر میز کے نیچے گھس سکتا تھا' نہ ہی سیڑھیاں چڑھ سکتا تھا۔ زیبی البتہ اطمینان سے گنڈیری چوستی رہی۔
"ذرا نیچے اترو' شترمرغوں' میں تم لوگوں کے گوڈے گٹے سینکوں۔۔۔ کیسی بے دین اولاد دی ہے اللہ نے۔ ماں نے بغیر وضو کبھی دودھ نہ پلایا۔ پھپھی نے بغیر وضو نوالہ نہ کھلایا اور یہ ابلیس کے چیلے۔۔۔ ارے نگوڑوں ان ہی گنڈیریوں کی طرح ٹوٹے ٹوٹے ہوں گے قیامت کے دن۔۔۔ یہ لمبے لمبے سانپ قبروں میں استقبال کریں گے۔۔۔ اور تو۔۔۔" اوپر کی طرف منہ کرکے اچھی خاصی صلواتیں سنانے کے بعد ان کا روئے سخن نبیہا کی طرف ہوا۔
"گنجی ککڑی۔! یہی تھال سینگوں کے ساتھ سر میں گاڑا جائے گا تو دہائی دینا۔۔۔"
"آ۔۔۔" نبیہا کو اتنی تکلیف میخوں کے ساتھ سر میں گاڑے جانے والے تھال نے نہیں دی تھی جتنی تکلیف "گنجی ککڑی" کے خطاب نے دی تھی۔ سو وہ تھال پٹخ احتجاجاً اوپر واک آؤٹ کرگئی۔
"نخرے دیکھو اس دو چھٹانک کی کرلی (چھپکلی) کے۔۔۔ اور تو موٹے بھینسے۔۔۔!"
"مم۔۔۔ میں وضو کرنے جارہا ہوں۔" موٹا بھینسا گھبرا کر واش بیسن کی طرف لپکا۔
"ہاں اب دو چار ٹھونگے مار کر اللہ پر احسان کرو۔"
بے جی کہاں راضی ہوتی تھیں۔ ہنسی روکنے کی کوشش میں آنکھوں میں پانی اتر آیا تھا۔ منہ میں گنڈیری پھنسی تھی' جب بے جی نے شفقت سے زیبی کے سر پر ہاتھ رکھا۔
"بس اک یہی بچی اچھی ہے' وقت پر نماز پڑھتی ہے۔۔۔ اللہ نصیب اچھے کرے۔"
زیبی تیزی سے کھڑی ہوگئی' اسے ابھی کچن میں بہت سے کام نبٹانے تھے۔
سو تھال اٹھا کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔ امی نماز ختم کرکے اب تسبیح کررہی تھیں۔
"ساری رات سب سے چھپ کر "بٹ تے بھٹی" دیکھتی رہی ہے یہ نیک بی بی!" عثمان وضو کرتا ہوا بڑبڑا رہا تھا اور جب بھی بے جی گاؤں سے شہر رہنے آتی تھیں' ان کی جان مشکل میں پڑجاتی تھی۔ نمازیں تو وہ پڑھتے ہی تھے مگر کبھی تین۔۔۔ کبھی دو۔۔۔ عشاء تو خیر رکعتوں کی تعداد دیکھ کر ہی قضا کردی جاتی مگر بے جی کا بس نہیں چلتا تھا کہ کسی طرح چھڑی گھما کر انہیں تہجد گزار بنادیں۔ خود وہ دن رات زیادہ وقت مصلے پر گزارتی تھیں یا اپنی لمبی سی تسبیح ہزار دانہ جپتی رہتیں اور جو تھوڑا بہت وقت بچتا اس میں ان کو جھاڑتی رہتی تھیں۔
زیبی نے قیمہ بھونا' سلاد بنایا' پھلکے ڈالے' اتنے میں ابو بھی آگئے۔
بے جی نے چھوٹتے ہی شکایت لگائی۔ ابو نے سب کو لائن حاضر کرکے اچھی طرح لتاڑا۔ لمبا لیکچر پلایا۔ جب بے جی کے چہرے پر اطمینان جھلکنے لگا تب کھانا مانگنے کا اشارہ ہوا۔
"اے عتیق! تم نے مغرب پڑھی تھی؟" بے جی کے سوال پر ابو کو اچھو کا لگ گیا۔
"اے ہے۔ کتنی بار کہا ہے پانی گھونٹ گھونٹ کرکے اطمینان سے پیا کرو۔" بے جی بوکھلا کر ان کی

پیٹھ سہلاتی اپنا سوال بھول گئیں۔ سب مسکراہٹیں چھپانے کو اپنی اپنی پلیٹوں پر جھک گئے' تب ہی فون کی بیل گونج اٹھی۔
"زیبی بیٹا! دیکھنا۔۔۔" امی کے کہنے پر وہ جو پانی لینے کچن کی طرف جارہی تھی' جگ سمیت فون کی طرف بڑھ گئی۔
"تم لوگوں کی کیا ٹانگیں ٹوٹی ہیں۔ کتنی بار کہا' لڑکوں کے ہوتے ہوئے لڑکیاں فون مت اٹھایا کریں۔" بے جی نے لڑکوں کو گھورا۔
"بے جی! ہم فون نہیں سن سکتے۔" نعمان نے بےچارگی سے کہا۔
"کیوں تیرے کان میں کن کھجورا گھس گیا ہے؟"
"بے جی! دوسری طرف لڑکیاں تنگ کرتی ہیں۔" اس نے معصومیت سے بتایا۔
بے جی کا منہ کھل گیا مگر کچھ کہنے کے بجائے سماعتیں زیبی کی آواز پر مبذول ہوگئیں جو حیرت سے پوچھ رہی تھی۔
"میں ان کی بیٹی بات کررہی ہوں۔۔۔ لیکن آپ کون۔۔۔؟"
"علی وجدان۔۔۔ کون علی وجدان۔۔۔؟"
بے دھیانی میں بولتے بولتے وہ ایک دم چونکی پھر پوری کی پوری ان سب کی طرف گھوم گئی۔ یہ نام اتنا اجنبی تو نہ تھا۔ سب کے سب اپنی اپنی جگہ ٹھٹک کر رہ گئے۔ امی کے ہاتھ سے نوالہ چھوٹ گیا۔
"امی۔۔۔!" متذبذب سی زیبی نے ماں کو دیکھا۔
"آپ کا فون۔۔۔" بغیر کسی کی طرف دیکھے وہ آہستگی سے اٹھ کر فون کی طرف آئی تھیں۔ ان کے قدموں میں جوش اور اشتیاق کے بجائے ٹھہراؤ تھا۔
"میں۔۔۔" زیبی کو ایک لمحے کو لگا ان کی آواز رندھ گئی ہے مگر فوراً ہی سنبھل گئیں۔ انہیں ہمیشہ سے خود پر اتنا ہی کنٹرول تھا۔
"میں بات کررہی ہوں۔"
"شکر ہے اللہ کا۔ تم کیسے ہو؟"
زیبی نے ان کی انگلیوں میں اترتی لرزش کو دیکھا۔
"آنا چاہتے ہو۔۔۔ اچھا۔۔۔ تمہارے باپ نے اجازت دے دی؟" لہجے میں ہلکی سی تلخی جھلکی۔
"اتنا وقت گزر جانے کے بعد یاد آئی۔" ان کی آنکھوں میں دھند بڑھتی جارہی تھی۔ خاموشی سے دوسری طرف کی طویل بات سنی۔
"آجاؤ۔" دو لفظ کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔ خود پر قابو پاتے ہوئے پلٹیں اور متوازن قدموں سے چلتی اپنی کرسی پر آبیٹھیں۔ وہ جانتی تھیں' وہ اس وقت سب کی نگاہوں کا مرکز ہیں۔
"وہ آرہا ہے۔" بغیر کسی کی طرف دیکھے اپنی پلیٹ سامنے رکھتے ہوئے انہوں نے آہستگی سے بتایا۔
"تم نے اسے روکا کیوں نہیں' اب کیا کرنے آرہا ہے؟" سب سے پہلے بے جی نے ناگواری سے کہا۔
انہوں نے آہستگی سے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا۔
"وہ میرا بیٹا ہے بے جی!"
اور بے جی کا دل چاہا' وہ اسے جی بھر کے صلواتیں

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کے معروف ناول
دل پھولوں کی بستی — 400/-
جو بچے تو جہاں سے گزر گئے — 150/-
وہ جنگل سی دیوانی سی — 400/-
— 550/-
ایمان امید اور محبت — 180/-
اور
خواتین کا گھریلو انسائیکلوپیڈیا — 600/-
خوبصورت سرورق، آفسٹ پیپر، خوبصورت چھپائی، دیدہ زیب مضبوط جلد
شائع ہوگئے ہیں
سول ایجنٹ
مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37، اردو بازار کراچی
لاہور میں:
لاہور اکیڈمی، سلطان نیوز ایجنسی
عظیم اینڈ سنز، اسلامیہ کتب خانہ
راولپنڈی میں:
اشرف بک ایجنسی
حیدرآباد میں:
مہران نیوز ایجنسی

سنائیں مگر نجانے کیا ہوا کہ وہ خاموش ہو گئیں لیکن ان کے چہرے سے ناگواری ہویدا تھی۔

عتیق صاحب نے کچھ بھی نہ کہا تھا مگر چہرے پر سوچ کی پرچھائیاں تھیں۔ معاملہ ایسا تھا کہ اس کے بارے میں صرف اور صرف مریم بیگم ہی کچھ فیصلہ کرنے کی حقدار تھیں۔ مریم نے سب کو دیکھا۔

سب ہی کھانے سے ہاتھ کھینچے بیٹھے تھے۔

"کھانا شروع کرو۔" انہوں نے آہستگی و سنجیدگی سے کہا۔ حالانکہ وہ اس وقت صرف تنہائی چاہتی تھی مگر ان کا اٹھنا سب کی بھوک اڑا دیتا۔ سو بے دلی سے ایک ایک نوالہ سوچ سوچ کر منہ میں رکھتی اور اُمڈ آنے والے آنسوؤں کو پیتی رہیں پھر اسی خاموشی سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

"تو اب وہ سانپ کی اولاد یہاں کرنے کیا آرہا ہے؟" بے جی ابو سے الجھنے لگیں۔

"یہ تو آنے کے بعد ہی معلوم ہو گا۔" عتیق صاحب نے مختصراً کہا۔ باقی لوگ ٹی وی لاؤنج کی طرف بڑھ گئے۔ جہاں انہوں نے علی وجدان کی آمد کو ڈسکس کرنا تھا۔ بے جی نے توجہ نہیں دی' ورنہ وہ نیہا کو اس طرح کھسکنے پر ضرور ٹوکتیں۔

زیبی نے ٹیبل صاف کی' برتن نیہا کے دھونے کے لیے سنک میں اکٹھے کیے۔ چائے بنا کر سب کو سرو کی پھر اپنی اور امی کی چائے لے کر ان کے کمرے میں آگئی۔ وہ جائے نماز پر بیٹھی تھیں۔ دونوں ہاتھ دعا کے لئے پھیلے تھے' چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔

آہٹ پر دعا ختم کرتے ہوئے اٹھیں' جائے نماز تہہ کر کے ایک طرف رکھی اور بیڈ پر آبیٹھیں۔ زیبی نے کپ انہیں تھمایا' اپنا کپ لے کر کھلی کھڑکی میں آکھڑی ہوئی۔

اوائل نومبر کی ہلکی خنک رات تھی۔ دودھیا چاندنی کا غبار آسمان سے صحن تک پھیل رہا۔ وہ اندر آتے ہوئے باہر کی لائٹ بند کر آئی تھی۔ سو چاندنی اپنے ہونے کا مکمل احساس دلا رہی تھی۔ یہ احساس اس کے حواس پر سوار ہو تا تھا۔

"آپ اسے بہت یاد کرتی تھیں نا!"

"وہ مجھے بھولا ہی کب تھا۔" وہ آہستگی سے ہنسیں۔

زیبی نے بہت غور سے نمی آمیز ہنسی سنی' اسے لگا اولین منجمد احساسات میں اب ہلکی سی خوشی کروٹیں بدلنے لگی تھیں۔

"وہ تو ہمیشہ میرے قریب رہا ہے' میرے آس پاس۔ میں ہر رات اس کی پیشانی پر الوداعی بوسہ دیتے ہوئے شب بخیر کہتی ہوں۔ ہر صبح اس کی بند آنکھوں کو چوم کر صبح کی نوید سناتی ہوں۔ وہ مجھ سے کبھی بھی دور نہیں ہوا زیبی! بلکہ… بلکہ مجھے تو یوں لگتا ہے کہ میں جو تم لوگوں سے اتنا پیار کرتی ہوں' دراصل تم لوگوں کے وجود میں اس کے وجود کو تلاشتی ہوں۔"

وہ زیبی سے بات نہیں کر رہی تھیں' خود کلامی کر رہی تھیں۔

زیبی تحیر سے انہیں دیکھنے لگی۔

آج سے قبل انہوں نے کبھی اپنے بیٹے کا ذکر اس شدت سے نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے تو کبھی ذکر ہی نہ کیا تھا۔ وہ لوگ تو بھول ہی چکے تھے کہ ان کی کوئی اولاد بھی ہے۔

"حالانکہ اس نے باپ کا ساتھ دیا تھا۔ آپ پر شک کیا تھا۔"

زیبی کے اندر ہلکا سا غصہ پیدا ہوا۔ شاید یہ غصہ نہیں' حسد تھا کہ نجانے کتنے برسوں سے وہ پھپھو کو ماں کی حیثیت دے چکی تھی بلکہ فیصل تو پلا ہی ان کی گود میں تھا اور ماں کے مرنے کے بعد پھپھو نے کبھی احساس بھی نہ ہونے دیا کہ ان کی ماں نہیں ہے۔ فیصل انہیں ماں ہی کہتا تھا' وہ بھی اس کی دیکھا دیکھی انہیں امی ہی کہتے تھے اور اب وہ کہتی تھیں کہ وہ ان کے وجود میں اپنی اولاد کو تلاشتی تھیں۔

"وہ نادان تھا' کم سن تھا۔ حالات و واقعات کو جس طرح ان کے سامنے پیش کیا گیا' اس نے قبول کر لیا۔" کتنے آرام سے انہوں نے علی وجدان کا قصور معاف کر دیا تھا۔

"اور اب…؟" زیبی کے سوال نے انہیں کسی

گہری سوچ سے چونکا دیا۔

زیبی کو لگا وہ ایک پل کو خوف زدہ ہو گئی ہیں۔ دوسرے پل انہوں نے خود کو سنبھالتے ہوئے نارمل لہجے میں کہا۔

"جاؤ نماز پڑھ لو… سستی ہو گئی تو قضا کر دو گی۔"

وہ اپنا بھرا ہوا کپ لے کر کمرے سے نکل گئی۔ انہوں نے بھی ابھی تک کوئی گھونٹ نہیں بھرا تھا۔

✲ ✲ ✲

صبح ہمیشہ جیسی ہی تھی۔

وہی بے جی نے سب کو کان سے پکڑ کر اٹھایا۔ تساہل کے مظاہرے پر ان کے اوپر سے کمبل کھینچ کر اتارے اور تہہ کر کے رکھ دیے۔ ہمیشہ کی طرح امی نے ناشتہ بنا کر ایک ایک کو آواز دے کر بلایا۔ سب معمول کی بڑبڑ کے ساتھ کالج یونیورسٹی کو سدھارے۔ معمول ہی کے مطابق زیبی نے گھر کی صفائی ستھرائی کا آغاز کیا لیکن اس کے باوجود زیبی کو لگا یہ صبح ایک غیر محسوس سی خاموشی کی زد میں ہے۔ نومبر کی خوشگوار فضا کے ہونٹوں پر چپ کی انگلی دھری ہے۔

سب کام سمیٹ کر برآمدے میں کھڑی ہوئی تو بے زار سی ہو گئی۔ حالانکہ ہمیشہ صاف ستھرے صحن کی چمکتی سفید ٹائلوں کو دیکھ کر خود کو شاباش دیا کرتی تھی کہ گھر میں ملازمہ نہیں تھی۔ سب کام وہ اور امی مل کر کیا کرتی تھیں۔

"اتنا لمبا دن کیسے گزرے گا؟"

حالانکہ دن چھوٹے ہو گئے تھے مگر آج زیبی کو رہ رہ کر یہی احساس ہو رہا تھا۔

دوپہر کے کھانے کی تیاری ابھی دور تھی اور وہ ٹی وی بھی نہیں کھول سکتی تھی۔

تب ہی تیز بیل ہوئی اور ساتھ ہی دروازہ کھول کر آنے والا اندر آگیا۔ بلیک پینٹ پر ہلکی سبز لائنوں والی شرٹ' خوبصورت قدوقامت والے نوجوان کے چہرے کے تاثرات میں خوشگواریت تھی اور آنکھوں میں سنجیدگی و متانت کا ملا جلا تاثر۔

"السلام علیکم سہیل بھائی!"

"جیتی رہیے' کہیے کیسی ہیں زیبی بی بی!"

"آپ کی دعاؤں سے فٹ فاٹ۔" وہ مسکرائی۔

"اچھی بات ہے' بزرگوں کی دعائیں لیتی رہیے۔"

"بزرگ… ایسے نوعمر بزرگ ہم نے تو کبھی نہ دیکھے۔"

وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے بے جی کے کمرے تک چلی آئی۔ غصے و افسردگی کے ملے جلے تاثرات میں گھری بے جی سہیل کو دیکھ کر کھل اٹھیں۔ اس وقت انہیں کسی ایسے سامع کی ضرورت تھی جن کے سامنے وہ مریم کے شوہر' بیٹے اور دیگر سسرال والوں کو جی بھر کر برا بھلا کہہ کر دل کی بھڑاس نکال سکیں اور بلاشبہ سہیل اچھا سامع ضرور تھا اور بے جی کا فیورٹ نواسا بھی کہ وہ ان کی چھوٹی بیٹی کا اکلوتا فرزند تھا اور سب سے بڑھ کر نماز پنجگانہ کے پابند بھی۔

"سہیل بھائی برے پھنسے۔" زیبی زیر لب بڑبڑاتی کچن میں چلی گئی۔ چائے بنا کر لائی تو بے جی ہلکی پھلکی ہو گئی تھیں۔ سہیل بھائی نے چائے پی' امی کو علی وجدان کے آنے کی مبارک باد دی اور چلے گئے۔ شام تک پورے خاندان میں گویا بھونچال گیا تھا۔ چھوٹی پھپھو دوڑی آئیں۔

فون کی بیل پر بیل ہوتی رہی۔

کسی نے حیرت کا اظہار کیا' کسی نے غصے کا تو کسی نے خوشی کا۔

مریم خوش دلی سے سب کی سنتی رہیں۔

"فیصل بیٹا! تم کچھ دنوں کے لیے اپنے بھائیوں کے کمرے میں شفٹ ہو سکتے ہو۔"

شام کی چائے پر امی نے اچانک پوچھا تو وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔

"میں چاہتی ہوں علی وجدان وہاں ٹھہر جائے۔" انہوں نے وضاحت کی۔

زیبی نے دیکھا' فیصل کے چہرے پر تاریک سا سایہ لہرایا۔ اس نے کپ رکھا اور خاموشی سے اٹھ کر چلا گیا۔ سب اس کے رویے پر الجھ سے گئے لیکن کچھ دیر

کے بعد وہ اپنا ضروری سامان سمیٹ کر دوسرے کمرے میں شفٹ ہو گیا تھا۔

مریم خوشی خوشی کمرہ وجدان کے لیے سیٹ کرنے لگیں۔

✻ ✻ ✻

وقت ٹھہرا ٹھہرا۔ دن رک رک کر گزرتے تھے۔ موسم کی خوشگواریت بے زاری میں بدل گئی تھی۔ مریم کس شدت سے علی وجدان کی منتظر تھیں مگر اس کا دوبارہ کوئی فون آیا نہ اطلاع کہ وہ کب آ رہا ہے؟

بظاہر مریم اپنے پُرسکون انداز میں روزمرّہ کے معمولات میں مگن تھیں مگر ان کے اندر موجزن اضطراب زیبی اپنے اندر بھی محسوس کرتی۔

"کاش امی کا اضطراب جلد ختم ہو جائے۔"

زیبی کے کہنے پر نیہا خاصی چڑی تھی۔ اسے لگتا، آنے والا ان سے ان کی ماں چھیننے آ رہا ہے۔

"کاش وہ کبھی نہ آئے۔"

"صرف اپنے بارے میں مت سوچو۔" زیبی نے اسے ٹوکا تھا۔

"آلو، مٹر، پالک... گو..."

اونگھتے اونگھتے بے جی ایک دم ہوشیار ہوئیں۔ سبزی والا عین دروازے کے سامنے سے گزرنے کو تھا۔

"ارے نعمان... بھاگنا... پکڑنا..."

انہوں نے اپنا گھٹنا زور زور سے ہلایا۔ نعمان جوان کے گھٹنے پر سر رکھے عالم غنودگی میں غالباً کسی حسینہ کا تعاقب کر رہا تھا، ہڑبڑا کر جاگا اور بگٹٹ بھاگا... دروازے سے گلے مل کر اور اپنی لمبی ناک رگڑ کر آنکھیں کھلیں تو بھنا کر مڑا۔

"بے جی! پکڑنا کس کو ہے؟"

"میری گردن پکڑ لے کمبخت..."

"بھاگتے چور کی لنگوٹی بھی پکڑی جا سکتی ہے۔" نجانے کس کونے سے فیصل نے لقمہ دیا۔ نعمان ہونقوں کی طرح دونوں کا منہ دیکھنے لگا۔ گویا فیصلہ نہ کر پا رہا ہو کہ بھاگتے چور کی لنگوٹی پکڑے یا بے جی کی گردن۔

"ارے سبزی والے کو پکڑ لے، وہ نکلا جا رہا ہے۔"

بے جی کی جھنجلاہٹ پر نعمان نے دروازہ کھول کر سبزی والے کو آواز دی اور پلٹ کر پوچھا۔

"لینا کیا ہے؟"

"لڈو لینے ہیں۔" بے جی تنک کر کہتی کچن سے غالباً ٹوکری لینے گئی تھیں۔

"آدھ کلو گلاب جامن بھی منگوا لینا بھیا...!"

فرمائشیں کرنے والے بھی آس پاس ہی موجود تھے۔

"تجھے نا منگوا دوں۔" بے جی واپس آئیں۔ فرمائش کرنے والا جہاں تھا وہیں دبک گیا۔

"پالک لینی ہے، پر اپنے جیسی سڑی سڑی مت لینا۔ خوب چھانٹ چھانٹ کر..."

"ہا... ہا... آپ پر کون سی سنڈی نے حملہ کیا تھا بھیا...!"

"اُفوہ! آپ خود ہی چھانٹ لیں..." وہ تلملا کر کہنے والے کی تلاش میں روانہ ہوا۔

"بے ہدایتے... نکمے...!" بے جی جھنجلاتی باہر نکل گئیں۔ سیڑھیوں سے دھنادھن کی آوازیں اور آہ و بکا بلند ہو رہی تھی۔

"بھیا! میں نے کچھ نہیں کہا۔"

زیبی نہا کر نکلی تو بے جی کا چہرہ شکنوں، ٹوکری سبزی اور مٹھی سکوں سے بھری تھی۔ وہ سبزی والے کو کوس رہی تھیں جو بقایا میں فقیروں کی طرح سکے دے گیا تھا، وہ تو لے نہیں رہی تھیں مگر اس نے صاف کہہ دیا کہ میرے پاس نوٹ نہیں۔

وہ بار بار سکے گنتی تھیں اور بھول جاتی تھیں۔ اوپر سے فیصل جوان سکوں پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔ زیبی نہا کر نکلی تو فیصل کی حالت دیکھ کر مسکرا دی۔ وہ کھسیانا سا ہو کر اندر چلا گیا۔ ذرا دیر کے بعد بے جی کی گنتی پوری ہو گئی تو ان کے جلال میں اضافہ ہو گیا۔

"بلاؤ اس چور کی اولاد کو..."

"تم نے بے جی کے سکے چرائے؟" زیبی نے اندر

جا کر فیصل کا کان کھینچا۔

"سکے... کون سے سکے؟"

"شرم تو نہیں آتی۔" نعمان اور عثمان نے لتاڑنا چاہا۔

"سسٹر! اکڑی کا زمانہ ہے اور سکوں کی کھنکھناہٹ کسی حسینہ کی پازیب سے زیادہ دل فریب لگتی ہے۔" وہ ڈھٹائی سے گویا ہوا۔

"تب ہی باہر سے ٹن... ٹن کی آواز ابھری۔ وہ تینوں برق رفتاری سے باہر کی طرف لپکے۔ یقیناً بے جی کے ہاتھ سے کوئی سکہ چھوٹا تھا۔

"توبہ..." وہ انہیں چھوڑ کر نیہا کی طرف چلی آئی جو کپڑے استری کرتے ہوئے گنگنا رہی تھی۔

"سہرا باندھ کے ماہی تو میرے گھر آنا۔"

"کیوں اسے کوئی اور گھر نہیں ملتا۔" زیبی کی زبان پھسلی۔

"جب بھی کرنا بدشگونی کی بات کرنا۔" نیہا تلملائی۔

"اتنا غصہ... ہائے اوئے کسے بلایا جا رہا ہے؟"

بیڈ پر آلتی پالتی مار کے بیٹھتے ہوئے اس نے ایک طرف پلیٹ میں رکھا چکوترا اور چھری اٹھالی جو غالباً نیہا اپنے لیے لے کر آئی تھی۔

"تمہاری شادی کا سوچ رہی تھی۔" وہ کچھ جھینپ گئی۔

"ٹریک مت بدلو۔"

"مطلب؟"

"ابھی کل تو ہو کر گئے ہیں۔"

"کون... کون...؟" وہ بوکھلائی۔

"سہیل بھائی!" تبسم و شریر لہجہ۔

"فضول مت بولو۔"

"اپنا چہرہ دیکھو بنو، سب کہانیاں سنا رہا ہے... ہم سے کچھ بھی چھپا نہیں... وہ کیوں بلاناغہ حاضری لگانے آتے ہیں۔"

"ہاں، اسی لیے میرے کالج جانے کے بعد آتے ہیں۔" نیہا جل کر بولی۔

"اوہو اتنا غصہ۔" زیبی دل کھول کر ہنسی۔ "چلیں، یہ شکایت ان تک پہنچا دیں گے۔"

"تم میری فکر کرنے کے بجائے اپنی کرو۔ آ رہے ہیں تمہارے سسرال والے شادی کی تاریخ لینے۔" نیہا نے بات ہی ٹال دی۔

"ایں... کب...؟" ادھ چھلا چکوترا پلیٹ میں رکھ کر وہ پوری کی پوری اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔ نیہا نے اس کی ساس کے فون کے بارے میں بتایا جو کچھ دیر قبل امی کے پاس آیا تھا۔ غالباً زیبی اس وقت نہا رہی تھی۔ زیبی کی نظروں میں سامنے رکھا چکوترا گول گول گھومنے لگا۔

بھلا شادی کے بارے میں اور اتنی جلدی شادی کے بارے میں اس نے کب سوچا تھا۔ بس منگنی کروالی۔ دنیا کی نظروں میں معتبر ہو گئے کہ لنڈورے نہیں پھرتے، منگنی شدہ ہیں مگر شادی... سسرال کا خاصا ہولناک تصور تھا ذہن میں۔ لڑکی، قربانی کی بکری۔ سسرالیے قصاب، جو اسے دیکھتے ہی اپنی اپنی چھریاں تیز کرنے لگیں گے۔ اس نے جھرجھری لے کر نیہا کو دیکھا جو اپنے چکوترے اور زیبی کو خشمگیں نگاہوں سے گھور رہی تھی۔

"مگر اتنی جلدی..."

"اب کیا ساری عمر ہمارے ہی سینے پر مونگ دلو گی۔ حسان صاحب کو بھی اپنی ہمت آزمانے دو۔" اس نے دانت کچکچا کر چکوترا قبضے میں کیا۔

وہ اپنی فکروں میں مبتلا تھی اور اسی شام جب سب لاؤنج میں اکٹھے شادی کی ڈیٹ ڈسکس کر رہے تھے اور وہ دانستہ ان کے درمیان سے کھسک لی تھی۔ صحن میں آ کر وہ سیڑھیوں پر آ بیٹھی۔ دھیان بٹانے کو ڈائری کھول لی مگر نارنجی شام نے اس کی ساری توجہ اپنی طرف کھینچ لی تو وہ سر اٹھا کر دیواروں پر اترتے رنگوں کو دیکھنے لگی... آج اس نے صحن میں بکھری خاموشی اور اس خاموشی میں ارتعاش پیدا کرتی ننھی چڑیا کی معصوم چہچہاہٹ کو گہری دلچسپی سے سنا۔

اندر سے ہلکی ہلکی آوازیں، ہنسی اور چھیڑ چھاڑ اس

کے عقب میں پھیل رہی تھی۔ الفاظ واضح نہ تھے مگر جانتی تھی موضوعِ گفتگو اس کی ذات ہے۔ یہ محفل بہت دیر تک جمی۔ پھر دھیرے دھیرے سب اٹھنے لگے۔ بھائیوں نے آتے جاتے اس کے ساتھ کچھ چھیڑ چھاڑ بھی کی۔ وہ دانستہ نظرانداز کر کے ڈائری پر جھکی رہی۔ تھوڑی سی ہلچل کے بعد پھر سے خاموشی چھا گئی۔

"حسان۔۔۔" اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھر گئی۔ دل خوشگوار سے احساسات کا شکار ہو گیا۔ حالانکہ اس نے کبھی حسان کو دیکھا نہیں تھا۔ کبھی ملی بھی نہ تھی مگر اس کا نام حسان کے نام کے ساتھ منسوب تھا۔ چھ ماہ قبل یہ نسبت طے ہوئی تھی۔ سب کہتے تھے کہ وہ بہت گڈ لکنگ اور سوفٹ نیچر کا مالک ہے۔ اس کی بیوی دنیا کی خوش قسمت لڑکی ہو گی اور یہ خوش نصیبی زیبی کے حصے میں آئی تھی۔

"ایکسکیوز می۔" ہلکی بھاری مگر دھیمی مردانہ آواز پر ہڑبڑا کر کھڑی ہو گئی۔

اجنبی اس کے سر پر آ کھڑا ہوا تھا۔

"کون۔۔۔؟"

"شاید میں نے آپ کو ڈرا دیا۔" اس نے جھک کر نیچے گری ڈائری اٹھا کر اس کی طرف بڑھائی۔

"میں نے کئی بار بیل دی مگر شاید لائٹ نہیں تھی۔ دروازہ کھلا تھا تو۔"

وہ معذرت خواہانہ لہجے میں کہہ رہا تھا۔ اس کی سفید شرٹ شکن زدہ اور براؤن جوتے گرد آلود تھے۔ بال بکھرے۔۔۔ ہلکی سرخ آنکھوں سے لمبی مسافتوں کی تھکن اور منزل پر پہنچنے کی خوشی مترشح تھی۔

"یہ آنکھیں۔۔۔؟ یہ آنکھیں اجنبی نہیں تھیں۔"

زیبی نے اس کے ہاتھ سے ڈائری تھام لی۔

"علی وجدان؟"

علی وجدان کی آنکھوں میں تحیر جھلکا پھر بے تحاشا خوشی چھلکنے لگی۔

"آپ نے مجھے پہچان لیا؟"

"اندر آ جائیں۔" وہ پلٹ کر جالی کا دروازہ کھولنے لگی۔

"آپ۔۔۔؟" بیگ کو ایک ہاتھ سے دوسرے میں منتقل کرتے ہوئے علی وجدان نے پوچھا۔

"زیبی۔۔۔" وہ مختصراً کہہ کر اندر چلی گئی۔ علی وجدان کو اس کی تقلید کرنا پڑی۔ اسے ڈرائنگ روم میں چھوڑ کر وہ مریم کے کمرے میں چلی آئی۔ وہ نہا کر بال بنا رہی تھیں۔

"امی! علی وجدان آئے ہیں۔"

برش ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا پڑا۔ ان کا پورا وجود زور سے کانپا تھا۔ انہیں خود کو سنبھالنے کے لیے کچھ لمحے درکار تھے جو انہوں نے جھک کر برش اٹھاتے ہوئے صرف کیے پھر سیدھے ہو کر آئینے میں منعکس ہوتے' اپنے چہرے کے تاثرات دیکھے' چوٹی میں بل ڈالے اور کھڑی ہو گئیں۔

"کہاں ہے؟"

"ڈرائنگ روم میں۔" انہوں نے برش رکھ کر دوپٹہ اوڑھا۔

زیبی کو لگا وہ خود کو سنبھالنے کے لیے اتنا وقت صرف کر رہی ہیں۔

"چلو۔۔۔" وہ ان کے ساتھ ڈرائنگ روم میں چلی آئی۔ علی وجدان ابھی تک بیٹھا نہیں تھا۔ سینٹرل ٹیبل کے پاس مضطرب سا کھڑا تھا۔ دروازہ کھلا تو اس کی نگاہیں آنے والی ہستی پر جم گئیں۔ وہ اضطراری انداز میں آگے بڑھا اور ان کے مقابل آ کھڑا ہوا۔ مریم کی نگاہیں اس کے لمبے چوڑے وجود اور دلکش خدوخال کو تحیر سے دیکھ رہی تھیں۔

دونوں کے اندر سمندر موجزن تھے۔

دونوں ہی آگے بڑھنا چاہتے تھے۔

مگر دونوں کے درمیان وہ ظالم و سفاک لمحہ ایستادہ تھا جب اس سولہ سالہ لڑکے سے اس کے باپ نے اس کی ماں پر سنگین قسم کے الزامات لگاتے ہوئے کہا تھا اس کی ماں ایک بدکردار عورت ہے' اس لیے وہ اسے طلاق دے رہا ہے۔ وہ فیصلہ کرے کہ کس کے

ساتھ رہنا چاہتا ہے۔۔۔ اس کے اردگرد اس کے چچا اور پھوپھیاں موجود تھیں۔

"بولو بیٹا۔۔۔ کہو نا۔۔۔"

اس سولہ سال کے لڑکے کا دل نہیں مانتا تھا کہ جو کچھ اس کی ماں کے بارے میں کہا جا رہا ہے' وہ سچ ہے مگر حالات و واقعات کو اس طرح ترتیب دیا گیا کہ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی پریشرائز ہو گیا اور ماں کی آنکھوں میں کتنی عظیم حیرت تھی اور وہ کرب جو لرزتے ہونٹوں پر آہ کی صورت جم گیا تھا۔۔۔ اس کی ششدر نگاہیں نوجوان بیٹے کے چہرے پر جمی تھیں۔ یہ سب چہرے جو ان کے اردگرد تھے' اجنبی تھے۔ وہ تو ان کا اپنا تھا' ان ہی کے وجود کا حصہ۔۔۔ وہ تو ابھی تک وہ لمحہ نہیں بھولی تھیں۔ جب اپنی کوکھ میں پہلی بار اس کی حرکت کو محسوس کیا تھا تو خوشی سے پاگل ہو گئی تھیں پھر یہ کوکھ جنا پتھر مارنے والوں میں کیسے شامل ہو گیا۔ یا اللہ! نہ زمین پھٹی۔۔۔ نہ آسمان لرزاں۔۔۔ کچھ بھی نہ ہوا اور وہ خاموشی سے سسرالی سازشوں کا شکار ہو کر سنگسار ہو گئیں۔

"کیسے ہو علی؟" ان کا ہاتھ آہستگی سے وجدان کے توانا کندھے پر رکا۔

"میں ٹھیک ہوں۔" وہ ذرا سا جھکا تھا۔

نہ آنسو نہ آہیں' نہ گلے مل کر پچھاڑیں کھانے کا منظر' زیبی مایوس ہو کر بے جی کو اطلاع دینے چلی گئی۔ یہ وہ منظر نہ تھا جسے دیکھنے کے لیے وہ رکی تھی۔

بے جی کو اطلاع دی تو وہ تیر کی طرح اٹھیں۔

ڈرائنگ روم میں ماں بیٹا آمنے سامنے چپ بیٹھے تھے۔ بے جی نے جاتے ہی چپ کے مہیب سمندر میں پتھر کھینچ مارا۔

"نہ تو اب تم یہاں کیا کرنے آئے ہو؟"

علی وجدان سٹپٹا کر ماں کو دیکھنے لگا۔

٭ ٭ ٭

وسط نومبر کی خوشگوار دھوپ آدھے صحن سے رخصت ہو کر دیوار پر چمکنے لگی تھی۔ وہ سب صحن میں اپنی اپنی سرگرمیوں میں مشغول تھے۔ بے جی عصر کے بعد سے تسبیح ہاتھ میں لیے خلافِ توقع کچھ خاموش سی تھیں۔ نیہا کوئی میگزین کھولے اپنے سوٹ کے لیے کسی نئے ڈیزائن کی تلاش میں تھی۔ زیبی شام کی چائے کے ساتھ مچھلی کے پکوڑے تل رہی تھی۔ عثمان ان کے تلے جانے کے انتظار میں سر پر کھڑا تھا۔ مریم بھی صحن میں آ کر بیٹھ گئیں۔

"نیہا! ہو جائے ایک گیم۔" نعمان ریکٹ گھماتا آیا۔

"رہنے دو' تم فاؤل کھیلتے ہو۔" وہ میگزین سے نظریں ہٹائے بغیر بولی۔

"ہاہا۔۔۔ جب ہارتی ہو تو فاؤل کا الزام لگا دیتی ہو۔" وہ اس کے قریب بیٹھ کر دوسرا میگزین کھنگالنے لگا۔

"گرما گرم پکوڑے۔" عثمان نے آتے ہی ہانک لگائی۔

"آہا۔۔۔ عثمان ٹماٹو کیچپ۔۔۔" نعمان نے نعرہ لگایا۔

"تُو۔۔۔ سڑی ہوئی بھنڈی۔۔۔" عثمان کو تاؤ آ گیا۔

"میں تو کیچپ مانگ رہا تھا۔" نعمان نے شرارت سے کہا۔ "اب چور کی داڑھی میں تنکا ہو تو میں کیا کروں۔"

"میری داڑھی نہیں ہے۔" عثمان نے بھنا کر پلیٹ ٹیبل پر پٹخی۔

"اسی لیے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ تم ہو کیا چیز۔" نعمان نے سوچتے ہوئے کہا۔ "نہ گت تے نہ موچھ۔" (نہ چٹیا نہ مونچھ)

عثمان جو وہاں بیٹھنے کو تھا۔ احتجاجاً کچن میں واک آؤٹ کر گیا۔

"کتنی بری بات ہے۔" مریم نے لتاڑا۔ "جاؤ علی کو بلا لاؤ۔"

تب ہی علی وجدان خود ہی چلا آیا۔ اسے دیکھ کر چپ بیٹھی بے جی کا منہ بن گیا اور تسبیح تیزی سے چلنے لگی۔ وہ آ کر مریم کے پاس بیٹھ گیا تھا۔

"بے جی! آپ چائے لیں گی؟"

"نہیں دے دو۔" وہ قدرے رکھائی سے گویا ہوئیں۔ انہیں چائے وہیں بھجوا دی۔ تب ہی فیصل ہاتھ میں کچھ کتابیں لیے کمرے سے نکلا۔ اچٹتی سی نگاہ ان سب پر ڈالی پھر ان کی طرف آنے کے بجائے باہر کی سمت چل دیا۔ مریم نے پکارا تو باولِ نخواستہ مڑنا پڑا۔

"بیٹا! کدھر جا رہے تھے؟"

علی وجدان نے ماں کو دیکھا۔ مریم کے لہجے میں ممتا کوٹ کوٹ کر بھری تھی جبکہ علی سے بات کرتے ہوئے اپنائیت کے باوجود ایک ہلکا سا گریز محسوس ہوتا تھا۔

"دوست کے ہاں کمبائن اسٹڈی کے لیے۔"

مریم نے اسے غور سے دیکھا۔ آج سے قبل اسے کمبائن اسٹڈی کی ضرورت محسوس نہ ہوئی تھی۔

"ہمارے ساتھ چائے بھی نہ پیو گے۔" وہی ممتا چھلکاتا لہجہ۔

(تو آپ نے میرے حصے کی محبتیں یہاں وہاں بانٹ دیں اور ستم تو یہ ہے کہ میں آپ سے یہ شکوہ کر بھی نہیں سکتا۔)

فیصل نے ایک اچٹتی سی نظر علی وجدان پر ڈالی جو مریم کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

"میرا موڈ نہیں۔"

"تم علی سے بھی نہیں ملے۔" نعمان نے اسے اس کی بے رخی کا احساس دلانا چاہا۔

"میں نے صبح انہیں ہیلو کہا تھا۔ امی! مجھے دیر ہو رہی ہے۔" وہ بعجلت کہہ کر چلا گیا۔ وہ ڈسٹرب ہے یہ بات مریم کے ساتھ ساتھ سب ہی نے محسوس کی تھی۔

"آپ نے ابھی تک شروع ہی نہیں کیا' سب ٹھنڈے ہو گئے۔" زیبی باقی ماندہ پکوڑے اور چائے لے آئی تھی۔ اس کی آواز نے سب کو متحرک کر دیا۔

"علی بھائی! بس نا۔ یہ اسپیشل آپ کے لیے بنائے گئے ہیں۔ امی بتا رہی تھیں۔ آپ کے فیورٹ ہیں مچھلی کے پکوڑے۔" زیبی نے ماحول کی خاموشی توڑنا چاہی۔

"ارے۔۔۔" وجدان نے چونک کر ماں کو دیکھا۔

"نہیں یاد تھا۔"

جواباً مریم کے لبوں پر ایسی مسکراہٹ ابھری جو کسی بچے کی بہت ہی بچکانہ بات پر ماؤں کے ہونٹوں پر اترتی ہے۔

✡ ✡ ✡

فیصل رات کو بہت دیر سے لوٹا تھا اور ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ اس نے فون بھی نہ کیا تھا۔ سب اپنے اپنے کمروں میں جا چکے تھے اور مریم جلے پاؤں کی بلی کی طرح صحن میں چکرا رہی تھیں۔

"آ جائے گا' کیوں اتنی پریشان ہو رہی ہو۔ اب وہ بچہ تو رہا نہیں۔" عتیق صاحب بھی سرسری انداز میں کہہ کر چلے گئے تھے مگر انہیں قرار کہاں؟ وہ جانتی تھیں۔ فیصل' علی کے آنے سے ڈسٹرب ہوا ہے۔ ان کی ذرا سی توجہ میں کمی بھی اس سے برداشت نہیں ہو رہی۔ وہ تھا بھی تو ان کا سب سے لاڈلا۔

آہٹ ہوئی' دروازہ کھلا اور وہ اندر آ گیا۔

"فیصل! اتنی دیر بیٹا۔۔۔!" انہیں یوں بے قرار دیکھ کر وہ شرمندہ سا ہو گیا۔

"امی! آپ سو جاتیں۔"

"سو سکتی تھی' فون ہی کر دیتے۔" وہ کچن کی طرف جاتے ہوئے خفگی سے گویا ہوئیں۔ وہ کھانا کھا آیا تھا مگر انہوں نے کچھ پوچھے بغیر گرم کرنا شروع کیا تو وہ خاموشی سے بیٹھ گیا۔

"فیصل!" کھانا اس کے سامنے رکھتے ہوئے انہوں نے آہستگی سے پوچھا۔ "تمہیں کیا لگتا ہے کہ وہ تمہاری جگہ لینے آیا ہے؟"

فیصل ننھے بچے کی طرح روٹھا سا بیٹھا رہا۔

"پاگل۔۔۔!" انہوں نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ "وہ کسی کی جگہ کیا لے گا' وہ تو خود اپنی جگہ تلاشتا پھر رہا ہے۔۔۔ وہ میرا بیٹا ہے مگر مجھ سے زیادہ اس شخص کا۔ وہ آیا ہے مگر اسے لوٹ جانا ہے۔۔۔ وہ شخص اسے زیادہ دن یہاں نہیں رہنے دے گا۔ (میں اسے

بانہوں میں بھر کر اپنی پیاس بجھانا چاہتی ہوں۔ اپنی بے تاب ممتا کی تسکین کرنا چاہتی ہوں مگر اسے لوٹ جانا ہے۔۔۔ وہ میرا اصل ہے۔۔۔ مگر تم میرے اپنے ہو' تمہارے ننھے وجود نے مجھے اس وقت سہارا دیا جب زندگی پر سے میرا اعتبار اٹھ گیا تھا۔ تمہیں میں کیسے بھول سکتی ہوں۔)

"کھانا کھاؤ اور ہر قسم کے وہم کو دل سے نکال دو۔۔۔ کوئی کسی کی جگہ نہیں لے سکتا۔"

"آپ میری ماں ہیں نا" فیصل نے اپنے ہاتھ ان کے ہاتھوں پر رکھ دیے۔

"ہاں۔" انہوں نے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

ایسا ہی بوسہ وہ علی وجدان کی پیشانی پر بھی دینا چاہتی تھیں۔

مگر ڈرتی تھیں۔

نجانے کیوں؟

اور نجانے کس سے؟

☼ ☼ ☼

"ارے۔۔۔ میں کہتی ہوں' زیبی کو تو کچن سے نکالو۔۔۔ کپڑے بدلے۔۔۔ تیار ہو۔۔۔ اب کیا اس حلیے میں مہمانوں سے ملے گی۔۔۔ وہ آتے ہوں گے۔۔۔"

بے جی بیٹھے بیٹھے ہول رہی تھیں اور سب کو ہولا بھی رہی تھیں۔ گھڑی گھڑی تو وقت پوچھتی تھیں۔

"یہ نیہا کدھر ہے؟" توپوں کا رخ بدلا تھا۔

"منہ مانجھ رہی ہے۔" اندر سے نکلتے عثمان نے اطلاع دی۔

"کیا اس کی سسرال والے آرہے ہیں۔۔۔؟ حد ہو گئی۔۔۔ وہ بے چاری کچن میں کھپ رہی ہے اور یہ فیشنوں ماری۔۔۔ نیہا۔۔۔ اری او نیہا۔۔۔؟"

"جی بے جی!" نیہا نے زرافے کی طرح کھڑکی سے گردن نکالی۔ اس کی ہیت کذائی دیکھ کر پہلے فیصل کی آنکھیں ابلیں پھر ایک طویل چیخ کے ساتھ لہرا کر بے جی کی گود میں لڑھک گیا۔ نیہا نے گھبرا کر گردن اندر کی اور دھاڑ سے کھڑکی بند کر دی۔

"دفع ہو۔۔۔ نمونے۔۔۔ مسخرے۔۔۔"

بے جی کے دو ہتھڑوں نے فیصل کو ایک ہی سیکنڈ میں ہوش دلا دیا تھا۔

"وہ۔۔۔ وہ بدروح۔۔۔"

"ارے چپ کر بھوت کی اولاد۔" یہ بے وقت کا مسخرہ پن انہیں ایک آنکھ نہ بھایا۔

"ابو کو بھوت بولا۔۔۔ ابھی بتاتا ہوں۔"

"باتیں بنوا لو بس۔۔۔ میں کہتی ہوں' یہ صحن کی کرسیاں ہی صاف کر دو۔"

"ابھی لیں۔" ان کا پارہ ہائی ہوتے دیکھ کر وہ فوراً کام پہ لگا۔

"عثمان۔! ٹائم کیا ہوا ہے؟"

"بڑا کڑا وقت ہے۔" نجانے گھر کے کس کونے سے وہ کراہا۔۔۔ پتا چلا ڈرائنگ روم کے صوفے کھسکا کر زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لیے گنجائش پیدا کر رہا ہے۔

"نیہا۔۔۔ نگوڑی۔۔۔ باہر نکل آ۔۔۔ صبح سے کمرے میں گھسی منہ کو رگڑے لگا رہی ہے۔ کچھ اس بے چاری کے لیے بھی چھوڑ دے۔"

کھڑکی دوبارہ سے کھلی۔

"ذرا سا بیسن کیا منہ پہ لگا لیا۔۔۔ آپ تو پیچھے ہی پڑ گئیں۔۔۔ آپ کی چہیتی سارے رگڑے رات کو ہی لگا کر سوئی تھی۔۔۔ مجھے تو سارے گھر کے جالے۔۔۔"

کھڑاک سے کھڑکی بند ہوئی۔ پتا چلا عتیق صاحب کی انٹری ہوئی ہے۔

"سب انتظام پورا ہے نا۔! کوئی کمی تو نہیں۔۔۔ کچھ اور منگوانا ہے تو کہو۔" انہوں نے سرسری انداز میں پوچھا۔

"کہاں پورا ہے۔۔۔؟" بے جی کو تو نجانے کہاں کہاں کمی نظر آرہی تھی۔ مریم نے کچن سے باہر آکر بھائی کی تسلی کروائی۔

"علی وجدان کہاں ہے؟" عتیق نے پوچھا۔

"ہو گا کمرے میں۔۔۔ سارا دن وہیں گھسا رہتا ہے۔" بے جی کے لہجے میں بے زاری سی تھی۔ اپنے اس نواسے سے انہیں ذرا بھر بھی انسیت نہ تھی۔

عتیق صاحب اس کے کمرے میں چلے گئے۔۔۔ وہ جو بیڈ پر نیم دراز سگریٹ سلگاتے ہوئے باہر ہوتی خوشگوار سی ہلچل کو محسوس کر رہا تھا' سیدھا ہو بیٹھا۔

"کسی چیز کی ضرورت تو نہیں بیٹا!؟"

"جی نہیں۔"

انہوں نے کھڑے کھڑے اِدھر اُدھر کی دو چار باتیں کیں۔ وہ ہوں ہاں میں جواب دیتا رہا۔

"باہر نکلا کرو۔ بھائیوں کے ساتھ گھلا ملا کرو۔" عتیق صاحب نے جاتے جاتے کہا تھا۔ یہ خواہش اس کے اندر بھی جاگتی تھی مگر وہ ان میں شامل نہیں۔ یہ احساس زیادہ شدت اختیار کر جاتا تھا جس استحقاق اور بے تکلفی سے وہ سب مریم سے مخاطب ہوتے تھے۔۔۔ وہ چاہتے ہوئے بھی نہ کر پاتا۔۔۔ یہ چیز اس کے اندر صرف حسرت اور جلن پیدا کرتی تھی۔

وہ لوگ شام کو آئے تھے اور رات کے کھانے کے بعد گئے تھے۔ شادی کی تاریخ دو ماہ کے بعد طے کی گئی تھی۔ علی وجدان سے سب ہلکی سی حیرت اور خوشی سے ملے۔ ظاہر ہے اتنے مہینوں میں وہ پہلی بار نظر آیا تھا۔۔۔ وہ زیادہ دیر ان کے درمیان نہ بیٹھ سکا۔ کچن میں نیہا اور زیبی کھانے کو آخری ٹچ دے رہی تھیں۔

وہ یونہی دروازے میں رک گیا۔

زیبی پرپل امبر ائڈڈ قمیص' سفید ٹراؤزر دوپٹے میں ملبوس بڑی نکھری نکھری اور پاکیزہ سی لگی۔ کمر تک آتے سیاہ سیدھے بالوں کو کھلے چھوڑ کر ہلکا سا کلپ کیا گیا تھا' اسے ہمیشہ سے اسٹائلش مگر سادہ لڑکیاں اچھی لگتی تھی۔ اس نے غور سے زیبی کی کلائی میں ہمرنگ چوڑیوں اور کانوں میں ننھے ننھے سفید آویزوں کو دیکھا۔

"کچھ چاہیے وجدان بھائی!" نیہا کی نظر اس پر پڑی۔

"نہیں۔" وہ کچھ گڑبڑا کر پلٹ گیا۔ نجانے کیوں یہاں رک گیا تھا۔

زیبی اور نیہا دونوں ہنسی تھیں۔

"چلو۔۔۔ چلو تمہاری ساس تمہیں یاد فرما رہی ہیں۔" نعمان نے آکر شور مچایا۔

"فضول مت بولو۔" زیبی اسے گھورتے ہوئے باہر نکلی۔

"اب تو دن نہیں گزرتے بھائی صاحب! زیبی آجائے تو ہمارے گھر بھی اجالا ہو جائے۔"

اس کی ساس اسے ساتھ لپٹائے بڑی محبت اور شفقت سے کہہ رہی تھیں۔

"ایک ماہ کے بعد یہی بہو اندھیرا لگنے لگے گی۔" عثمان نے سرگوشی کی۔

"چپ کرو موٹو۔" نیہا کی کہنی اس کے پیٹ میں لگی۔ وہ یوں بھی جھنجلائی ہوئی تھی۔ پھپھو اور پھوپھا جان کو اکیلے آتے دیکھ کر ہی موڈ آف ہو گیا تھا۔ ساری تیاری دھری کی دھری رہ گئی۔ سہیل کو نجانے کون سا کام آن پڑا تھا۔

زیبی تب سے اسے چھیڑے جا رہی تھی۔

کھانے کے بعد وہ لوگ تو رخصت ہو گئے' پھوپھا جان بھی چلے گئے۔ پھپھو کو مریم نے روک لیا۔ شادی کی تیاریاں بھی تو ڈسکس کرنا تھیں۔

"سنو' حسان بھائی کا فون نہیں آیا؟"

برتن وغیرہ سمیٹ کر کمرے میں آئیں تو نیہا نے کہا تھا۔

"ان کا فون آنا تھا کیا؟" چوڑیاں اتار کر اسٹینڈ میں رکھتے ہوئے زیبی چونکی۔

"اصولاً آنا تو چاہیے تھا۔"

"یہ اصول بھی تمہارے ہی بنائے ہوں گے۔" وہ ہنسی۔

"بڑی ہنسی آرہی ہے۔" نیہا نے اس کا چہرہ کھوجا۔

"کہاں۔۔۔ بے فکری اور سکون بھری زندگی کا خاتمہ ہونے والا ہے۔" اس نے آہ بھر کر بالوں سے کلپ نکالا۔

"تمہاری ساس تم سے بے حد محبت کرتی ہیں۔"

"شادی سے پہلے تک ساری ساسیں محبت ہی جتاتی ہیں۔"

"اتنی تو پیاری ہو۔۔۔ حسان صاحب ان زلفوں کے پیچ و خم میں الجھ کر رہ جائیں گے۔۔۔ دیکھنا عیش کرو گی۔"

"میری زلفوں میں اتنے پیچ و خم نہیں ہیں کہ حسان جیسا بندہ الجھ جائے۔" زیبی نے اپنے سیدھے سلکی بالوں کو ہاتھ میں لے کر دیکھا۔ "اور آج کل کے مرد اتنے سیدھے ہوتے بھی نہیں ہیں کہ یوں الجھتے پھریں۔"

وہ کہہ کر باتھ روم میں جا گھسی۔

"ٹھیک کہا تم نے۔" نیہا نے آئینے میں اپنے کرلی بالوں کو دیکھا اور سوچنے لگی۔

"سہیل آج کیوں نہیں آئے۔"

☼ ☼ ☼

تاریخ طے ہوتے ہی شادی کی تیاریاں زور و شور سے شروع ہو گئی تھیں۔ مریم نے ان کو ہمیشہ اپنی بیٹیاں سمجھ کر اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کیا تھا۔ سو سمجھ دار ماؤں کی طرح بہت کچھ پہلے ہی تیار کر چکی تھیں مگر ظاہر ہے، بہت کچھ باقی تھا۔

بے جی زیبی کو پاس بٹھائے ساری توانائیاں سسرال کی نزاکتیں سمجھانے میں صرف کرتیں۔ ان کے سامنے مریم کی بے رنگ زندگی تھی۔

"مگر۔۔۔" کبھی کبھی وہ بے حد دل گرفتی سے سوچتیں۔ "ساری سمجھ داریاں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔ مریم میکے میں کیسی عقل والی مشہور تھی۔ سسرال والوں نے گویا پاگل ہی بنا کر رکھ دیا تھا۔ نندیں نخریلی، نک چڑھی، دیورانی آفت کی پرکالہ، تیکھی تلوار۔۔۔ سارا گھر جہالت سے مالا مال۔۔۔ وہ اپنی ساری تعلیم، تہذیب، مروت اور چپ کی عادت کے ساتھ اس گھر میں ایڈجسٹ ہونے کی کوشش میں حال سے بے حال ہو گئیں۔۔۔ نہ در گزر کام آیا، نہ تحمل۔"

وہ زیبی کو "ایک چپ سو سکھ" کا سبق سکھاتے سکھاتے جھجک جاتیں۔ جھگڑے کے ڈر سے چپ کی بکل مارتی مریم کو کیا اچھا صلہ ملا تھا۔ کبھی کبھی بولنا بھی پڑتا ہے۔ ہونٹ سی لو تو لوگ شہ رگ پر ایڑی رکھ کر گزرتے ہیں کہ اسے تو درد ہی نہیں ہوتا۔

"اللہ نصیب اچھے کرے۔ اپنی گھر میں راج رجو۔"

وہ ہول ہول کر دعائیں کرتیں۔ مریم خود ڈرتی تھیں مگر کوئی نصیحت نہیں کرتی تھیں پھر نیہا کھینچ لیتی۔

"اللہ کے واسطے کچھ اچھی، خوبصورت اور رومینٹک سوچوں کو ذہن میں جگہ دو۔ یہ بے جی کی دل ہولانے والی باتیں سن سن کر تو ساری فریش نیس ضائع ہو جائے گی۔"

"تم فکر مت کرو، میں نے ان باتوں پر زیادہ غور نہیں کیا۔ جو حالات ہوں گے، دیکھا جائے گا۔" وہ آرام سے تسلی دیتی۔

"تم اتنی حقیقت پسند کیسے ہو؟" نیہا مرعوب ہو جاتی۔

"حقیقت شناس ہوں۔"

"تم نے واقعی کبھی حسان کے بارے میں کچھ نہیں سوچا۔"

نیہا کو حیرت ہوتی تھی۔ ابھی تو دل میں ہلچل ہی ہوئی تھی کہ وہ سپنوں کے تاج محل کھڑے کرتی تھی۔

"سوچتی کیوں نہیں۔ آخر میں بھی تو نازک جذبات رکھنے والی لڑکی ہوں۔" زیبی آرام سے ٹریک بدلتی۔

"تم گھنی ہو بلکہ میسنی کہنا چاہیے۔" نیہا بری طرح چڑ جاتی تھی۔

وہ چھٹی کا دن تھا۔

مریم نے تیل کی کٹوری ہاتھ میں لے کر ہر ایک کے سر میں مالش شروع کر دی۔ زیبی نے آرام سے تیل لگوایا اور کچن میں جا گھسی۔ باقی جس کسی نے کترانے کی کوشش کی، اسے بے جی کی صلواتیں واپس کھینچ لائیں۔

"وہ نوکر ہے تم لوگوں کی۔۔۔ جو صبح سے جان ہلکان کر رہی ہے۔۔۔" "بھری جوانی میں چٹا سر لے کر پھرو گے۔ کوئی لڑکی بھی نہ دے گا ان جوان بڈھوں کو۔"

یہ دھمکی خاصی کارگر ثابت ہوئی۔ تینوں قطار باندھ کر سامنے آبیٹھے۔

بے جی کو ان کی یہ حرکت بھی ایک آنکھ نہیں بھائی تھی۔

"کتنا شوق ہے شادیوں کا۔۔۔ سب اس شیطانی ڈبے (ٹی وی) کی چال ہے۔ اچھے بھلے معصوم لڑکوں کے دماغ کدھر کو پھیر دیے ہیں۔"

"چلیں بے جی! اس بہانے آپ نے ہمیں معصوم تو تسلیم کیا۔" نعمان ہنسا۔

"کیا بات ہے، آج تو بڑی رونق ہے۔" سہیل بھائی نے اندر آ کر کہا۔

"آپ بھی قطار میں لگ جائیں، اس کراماتی تیل کی مالش سے رشتے فٹافٹ طے ہونے لگتے ہیں۔" فیصل نے کہا تو بے جی نے بری طرح گھورا۔

"دیکھو اس چھٹانکی کو۔"

سہیل مسکراتا ہوا علی وجدان کے پاس آبیٹھا جو کب سے بظاہر اخبار میں مگن تھا مگر در حقیقت اس ہنگامے سے پوری طرح لطف اندوز ہو رہا تھا۔ یہ گھر، اس گھر کے مکین اسے بہت مختلف اور اچھے لگے تھے، تب ہی تو اتنے دن گزرنے کے باوجود اس کا یہاں سے جانے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ لڑکوں کی شرارتیں۔۔۔ نیہا کی شوخیاں۔۔۔ زیبی کا سب کا خیال رکھنے کا انداز، بے جی کی شفقت بھری ڈانٹ، عتیق صاحب کی کیئر اور مریم کی ممتا۔۔۔ وہ جہاں سے آیا تھا، وہاں یہ سب نہیں تھا۔ وہاں سازشیں تھیں، ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے اور نیچا دکھانے کے طریقے، بے بنیاد الزامات۔۔۔ اسے بہت جلد احساس ہو گیا تھا کہ اس کی ماں ان ہی سازشوں کا شکار ہوئی تھی۔ وہ واپس آنا چاہتا تھا، مگر کس منہ سے آتا۔۔۔ ماں کی آخری نظر آج بھی اندر کہیں احساس جرم جگاتی تو وہ بے کل ہو جاتا۔

"علی! گھر بیٹھے بور نہیں ہو جاتے۔ چلو کسی دن تمہیں اپنا شہر دکھائیں۔"

سہیل آفر کر رہا تھا، وہ چونکا پھر مختصراً گویا ہوا۔

"مجھے گھومنے کا زیادہ شوق نہیں۔"

سہیل کو مایوسی ہوئی۔ یہ بند چہرے والا شخص کھلنے میں ہی نہ آتا تھا۔

"میں نے کہا، آج کچن میں کیا کچھ خاص بن رہا ہے۔" وہ دانستہ اونچی آواز میں گویا ہوا۔ فوراً ہی مراد بر آئی۔ نیہا آواز سنتے ہی اندر کے کمرے سے تیزی سے باہر آئی مگر صحن میں آنے کے بجائے وہیں کچن کے دروازے میں رک گئی۔ وہیں سے سلام کیا جس کا جواب سہیل نے بظاہر سنجیدہ لہجہ اور سرسری انداز میں دیا تھا۔

"سہیل۔۔! ابھی جانا مت۔۔۔ میں بیسنی روٹی بنا رہی ہوں۔" زیبی نے کچن سے جھانکا۔ اس کے ہاتھ بیسن میں لتھڑے تھے مگر وہ رکا نہیں۔ معذرت کر کے چلا گیا۔ نیہا دوبارہ کمرے میں جا گھسی تھی۔ لڑکے سر میں تیل کی مالش کروا کر چھت پر جا پہنچے تھے۔ وہ باوجود کوشش کے علی سے فری نہ ہو سکے کہ وہ زیادہ بات ہی نہ کرتا تھا۔ بس خاموشی سے سننے پر اکتفا کرتا۔

علی وجدان نے دیکھا۔ مریم تیل کی شیشی کا ڈھکن بند کر رہی تھیں۔ خالی کٹوری نیچے پڑی تھی۔ علی کا دل چاہا، وہ مریم سے کہے اس کے بھی تیل لگا دیں مگر جھجک مانع تھی۔ وہ پھر سے اخبار کے صفحے پلٹنے لگا۔۔۔ اندر خالی پن بڑھنے لگا۔۔۔ تب ہی مریم نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا اور پوچھا۔

"وجدان! تیل لگواؤ گے؟"

وہ اپنے اندر حیرت اور خوشی کے احساس کو دباتے ہوئے اٹھا اور پیڑھی پر آبیٹھا۔ مریم نے کٹوری میں تیل نکالا۔ ان کی ساری حسیات اور ممتا انگلیوں کے پوروں میں سمٹ آئی تھی۔ تب ہی بے جی نے قدرے غور سے علی وجدان کو دیکھا اور شاید پہلی بار دیکھا۔ وہ اپنے باپ سے بالکل مختلف تھا، شکل و صورت میں بھی اور عادات و اطوار میں بھی۔۔۔ بے جی کو لگا وہ مریم جیسا ہے۔۔۔ چہرے پر وہی سنجیدگی و ملائمت، وہی سوچ کر، رکھ کر بولنے کا انداز۔

"تم کرتے کیا ہو؟" پہلے دن کے بعد بے جی نے پہلی بار اسے مخاطب کیا تھا۔

"نوکری کرتا ہوں؟" علی کو میٹھی سی غنودگی کا احساس ہونے لگا۔

"کتنی تنخواہ ہے؟"

"پندرہ ہزار۔"

"سب باپ کو دے دیتے ہو یا اپنے پاس بھی کچھ رکھتے ہو۔"

"پاپا کی تو ڈیتھ ہو گئی۔"

"ایں... تو وہ مرگیا۔" بے جی یوں اچھلیں گویا ان کا مرنا اچنبھے کی بات ہو۔ وجدان نے مریم کی انگلیوں کو رکتے محسوس کیا۔

"تو پھر تمہاری پھوپھیاں، چچیاں اینٹھ لیتی ہوں گی۔"

"میں ان کے ساتھ نہیں رہتا۔" وجدان نے سادگی سے جواب دیا۔ وہ ان کے سوالوں کے جواب بالکل لاشعوری طور پر دے رہا تھا۔ وہ اس وقت صرف اور صرف وہ آسودگی، سرور اور سکون محسوس کرنا چاہتا تھا جو سر کی جلد سے پیروں کے ناخن تک روم روم میں سرایت کر رہی تھی جیسے دسمبر کی دھوپ ٹھٹھرے ہوئے جسموں کو حدت و آسودگی بخشتی ہے۔ اس کی آنکھیں دھیرے دھیرے بند ہو رہی تھیں۔ وہ ماں کے گھٹنے پر سر رکھ کر سو جانا چاہتا تھا۔ بہت لمبی اور پُرسکون نیند۔

"شادی ہو گئی؟" بے جی کے سوال ہی ختم ہونے میں نہ آتے تھے۔

"کون کرواتا۔"

"تمہاری پھوپھیاں، دادی بڑے صدقے جاتی تھیں۔ ہر ایک کی تین تین لڑکیاں۔"

"میں ان سے نہیں کرنا چاہتا۔" اس کی آواز بوجھل ہو گئی تھی۔

ظہر کی اذان ہونے لگی تو بے جی کو اٹھنا پڑا۔ پورے صحن میں خاموشی چھا گئی۔ بس مؤذن وقفے وقفے سے پکار رہا تھا۔ مریم کی انگلیاں ست پڑ گئیں۔ اس کے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے۔ ایک جھونکا سا آیا، اس نے سر مریم کے گھٹنے پر ٹکا دیا۔

"تم اکیلے رہتے ہو وجدان؟" مریم نے آہستگی سے اس کی پیشانی سے بال سمیٹے۔

"میں اکیلا رہتا ہوں۔" وہ ہلکے سے بڑبڑایا۔

"تمہارا خیال کون رکھتا ہے؟"

"میرا خیال کون رکھے گا امی!" اس کی آواز و الفاظ بے حد مدھم تھے۔

مریم کی آنکھوں میں دھند بھر آئی پھر وہ دھند برسنے لگی۔ انہوں نے ذرا سا جھک کر دیکھا، وہ ننھے بچے کی طرح غافل ہو گیا تھا... وہ کچھ اور جھکیں... اور اس کی پیشانی پر اپنے ہونٹ رکھ دیے... وہ گہری نیند سو رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

وہ کھلی کھڑکی میں کھڑا تھا۔

باہر چاندنی تھی اور سرد ہوا اور اس کی انگلیوں میں سگریٹ سلگتا تھا۔ جس کا مدھم دھواں چاندنی کے غبار میں مدغم تھا۔ بظاہر اس کے ماتھے پر اک شکن اور چہرے کے خدوخال میں سنجیدگی ہنوز برقرار تھی۔ مگر اندر کہیں خوشی کا احساس ہلکورے لیتا تھا۔ ایسا احساس جسے وہ کوئی نام نہ دے سکتا تھا۔

"تم اکیلے رہتے ہو؟" ماں کے لہجے میں اس کی تنہائی کا احساس چھبتا تھا۔

اس نے سگریٹ کا کش لیا اور دھواں فضا میں چھوڑ دیا۔ مگر فوراً ہی احساس ہوا، وہ اس اجلی چاندنی کو داغ دار کر رہا ہے۔

اس نے سگریٹ بجھا دیا۔

"تمہارا خیال کون رکھتا ہے؟"

ان کے لہجے کی فکرمندی اور... اور... اس کی انگلیاں اپنے ماتھے کو چھونے لگیں۔ وہاں اب گرم، سکون بخش لمس ٹھہرا تھا۔

کوئی خواب تھا جو نیم غنودہ حالت میں دیکھا گیا۔ اور مشامِ جاں کو مہکاتا آسودہ کرتا گیا۔ وہ بہت چھوٹا تھا جب پھپھو کی گود میں چلا گیا۔ بڑی پھپھو ان کی شادی کے بعد چھوٹی پھپھو جو ہر وقت اسے اپنے ساتھ لگائے

رکھتی تھیں۔ اور وہ کاموں میں الجھی، بے زار، ڈری ہوئی عورت کبھی بے تابی سے اپنے بازوؤں میں بھینچتی تو فوراً کھینچ لیا جاتا۔

"اسے بھی اپنے جیسا بے وقوف بناؤ گی۔"

پھر وہ خود ہی کھنچتا چلا گیا۔ اس کے اردگرد بہت کچھ تھا۔ پھوپھیوں کی چاپلوسانہ محبتیں۔ ابو کا اس کی تعلیم کے بارے میں سنجیدہ رویّہ، چچی کے کمرے میں ڈھیروں ترغیبات، ٹی وی، وی سی آر، گھٹیا قسم کے ناول... اسے خبر ہی نہ تھی کہ دو آنکھیں ہیں جو ہمہ وقت بے تابانہ اس کی بلائیں لیتی تھیں... وہ ماں سے ذہنی اور جذباتی طور پر دور ہوتا چلا گیا... وہ گھر سے نکال دی گئی۔ اسے کوئی فرق نہ پڑا بس... وہ سب سے اور اپنے آپ سے شرمندہ ہو کر منہ چھپاتا رہا۔

اس کی ماں غلط عورت تھی۔

غلط عورت کی جگہ اک دوسری عورت آگئی۔ سنا تھا ابو کی سابقہ منگیتر ہے۔ جس سے نجانے کس وجہ سے وہ شادی نہ کر سکے تھے۔ وہ تب بھی نہ سمجھ سکا۔ بس شرمندہ شرمندہ دوسری ماں کی حیثیت کو تسلیم کر گیا۔ جو پورے گھر میں دندناتی پھرتی تھی۔

اس نے زندگی کے پچیس برس گویا کسی دھند میں گزار دیے۔ دوسروں کے کانوں سے سنا، دوسروں کی آنکھوں دیکھا۔ اور ان ہی کے دماغ سے سوچا... اس زرد دھند کا پردہ عمر کے چھبیسویں برس میں چاک ہوا۔ حقائق کا گرم تپتا سورج عین سر پر آگ برساتا تھا۔ بڑی پھوپھو اس کی شادی اپنی بیٹی سے کرنا چاہتی تھیں اور چھوٹی پھوپھو اپنی بیٹی سے اور وہ دونوں سے بھی نہیں... دونوں ایک دوسرے کے خلاف محاذ کھول بیٹھی تھیں۔ نیچا دکھانے کے چکر میں وہ ساری سازشیں بے نقاب ہونے لگیں جو دونوں نے اس کی ماں کے خلاف کی تھیں۔

"وہ تو بڑی معصوم عورت تھی مگر تمہاری یہ چھوٹی پھپھی!"

"ارے وہ عفیفہ تمہاری بڑی پھپھی کی سازش کا شکار ہو گئی۔ جو اس نے تمہاری سوتیلی ماں کے ساتھ مل کر کی تھی۔ خوامخواہ اس بھلی عورت کو بھائی رفیق کے ساتھ بدنام کر دیا۔ سب اس چلتر کی سازش... ویسی ہی چلتر اس کی بیٹی۔"

وہ چکرا گیا... وہاں سے بھاگ نکلا... باپ رہا نہ تھا، جس سے جواب طلب کرتا، مگر وہ خود عمر کے اس حصے میں تھا جہاں حقیقت و فسانے میں فرق کر سکتا تھا۔ دھند چھٹی تو بہت سے منظر واضح ہونے لگے تھے۔ وہ ماں سے معافی مانگنا چاہتا تھا، مگر خود کو اس قابل نہ سمجھتا تھا۔

اس کے اور اجلی چاندنی کے درمیان اک وجود حائل ہوا۔

"آپ ابھی تک جاگ رہے ہیں؟"

"ہاں..." وہ مسکرایا ہے۔

زیبی نے حیرت سے اس مسکراہٹ کو دیکھا۔ اس گھر میں آنے کے بعد سے یہ پہلی مسکراہٹ تھی۔ جو رسمی نہ تھی۔ یوں لگتا تھا وہ دل سے مسکرایا۔

"کچھ چاہیے؟"

"اب کچھ اور نہیں..." اس نے لفظ "اب" پر کچھ زور دیا۔ وہ نا سمجھی میں سر ہلا کر چلی گئی۔ اس کا رخ کچن کی طرف تھا۔ وجدان نے زیبی کی پشت پر لہراتی چوٹی کو دیکھ کر لاشعوری طور پر سوچا یہ بالکل امی جیسی لگتی ہے۔

"لیکن نہیں..." اس نے فوراً ہی اپنے خیال کو جھٹکا... ان کے انداز میں کبھی بھی وہ اعتماد نظر نہ آتا تھا جو زیبی کی شخصیت کا خاصا تھا۔

☼ ☼ ☼

"نجانے کہاں سے ان لڑکیوں میں بدھی روحیں سما گئی ہیں۔ یہ پھیکے سیٹھے رنگ، یہ رتی بھر کڑھائیاں..." جس دن سے شادی کی تیاریاں شروع ہوئی تھیں۔ بے جی کا پارہ ہائی ہی رہتا تھا۔ ان کی چوائس "کلرز" "کڑھائیاں" انہیں ہر چیز پر اعتراض رہتا۔

"بے جی! آج کل یہی فیشن ہے۔" اتنی عرق ریزی اور سر کھپائی کے بعد کیا نفیس چیز سامنے آئی تھی۔

نیہا کو ان کا اعتراض ذرا نہ بھایا۔

"بھاڑ میں گئے تمہارے فیشن... لگتا ہے، یہ کسی دلہن کے سوٹ ہیں، جیسے کالج کے مینا بازار میں جا رہی ہوں، روپ کیا خاک آئے گا۔ یہ مٹی جیسے رنگ پہن کر کدھر سے دلہن لگے گی۔ اور یہ سوٹ کی آدھی آستین کدھر ہے۔"

"بے جی! وہ ہاف سلیوز فیشن..." زیبی چپکے سے کھسک لی۔

"جہنم میں جلیں گے لکڑی جیسے بازو... نماز نہیں ہو گی۔ اور یہ آدھی قمیص، آدھا دامن کہاں ہے؟" وہ ٹراؤزر شرٹ کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہی تھیں۔ "پتا نہیں اللہ نے پورے بازو کیوں دیے، آدھے کیوں نہ دیے... ٹنڈیاں بن کر پھرتیں، ٹانگیں بھی پوری کیوں ہیں۔ آدھی توڑ کر چولہے میں جھونک دو۔"

"اف... اف..." نیہا اپنا سر پیٹ رہی تھی۔

اندر فون کی بیل چیخ رہی تھی۔

زیبی نے بمشکل ہنسی ضبط کرتے ہوئے ریسیور اٹھایا۔

"ہیلو، السلام علیکم...!"

"میں حسان بات کر رہا ہوں۔" سنجیدہ خوبصورت لہجہ۔

وہ بہت دیر تک کچھ بول نہ سکی۔

"مجھے زیبا سے بات کرنا تھی۔"

وہ سوچ رہی تھی کے بلائے۔ چونک سی گئی۔ لے بدلتے دل کو ڈپٹ کر خود کو سنبھالا۔

"میں بات کر رہی ہوں۔"

چھ ماہ میں یہ پہلا اتفاق تھا، دھڑکن کی رفتار کچھ تیز ہو گئی تھی۔ نچلا لب دانتوں تلے دباتے ہوئے وہ شرم و جھجک کے ساتھ ساتھ خوش گوار احساسات کا شکار ہو گئی۔

آخر وہ کیا کہنے والا تھا۔

"مس زیبا! مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنا ہے؟"

وہ اس کے لہجے کی اجنبیت تو محسوس نہ کر سکی، مگر اس کی سنجیدگی پر ٹھٹک سی گئی۔

"جی کہیے...؟"

"مس زیبا! مجھے نہیں معلوم کہ مجھے آپ سے یہ بات کرنا چاہیے یا نہیں لیکن..." وہ متذبذب تھا۔

"آپ پڑھی لکھی، سمجھ دار لڑکی ہیں، مجھے لگا حالات و واقعات کا درست تجزیہ کر پائیں گی۔ اسی لیے آپ سے بات کرنے کی جرأت کر رہا ہوں۔" کسی انہونی کے احساس نے زیبی کو آکٹوپس کی طرح جکڑ لیا۔

"آپ کھل کر بات کریں۔ پہیلیاں بجھوانے کی ضرورت نہیں۔"

"زبردستی کے رشتے پائیدار ہو سکتے ہیں؟"

اس کے سوال پر زیبی ساکت رہ گئی۔ ذہن نے سمجھنے میں تھوڑا توقف کیا۔ اور دوسرے ہی لمحے وہ تلخ حقیقت کے تپتے صحرا میں ننگے پاؤں کھڑی تھی۔

"آپ کا مطلب ہے کہ میرا اور آپ کا رشتہ زبردستی کا رشتہ ہے۔" اس کا لہجہ بے یقین تھا۔

"جی، میں یہی کہنا چاہتا ہوں۔"

زیبی کا جی چاہا، وہ سامنے ہو تو کس کے تھپڑ لگائے۔ اسے بزدل اور کمزور مردوں سے ہمیشہ سے نفرت تھی۔

"بہت خوب...!" زیبی کے لہجے میں تلخی ہی تلخی رچ گئی۔ "غالباً میرے والدین آپ کے گھر میرا رشتہ لے کر نہیں گئے تھے۔ بلکہ آپ کے والدین آئے تھے اور بہت دھوم دھام سے آئے تھے۔ پورے خاندان کے سامنے مجھے انگوٹھی پہنا کر اس نسبت کا اعلان کیا تھا اور یہ سب کچھ آپ کی مرضی کے بغیر ہوا۔ خوب۔ بہت خوب..."

"ایسا ہی ہوا تھا۔" حسان کا لہجہ مدھم ہو گیا۔

"تو اب... ایسے میں جب کہ آپ کے والدین شادی کی تاریخ طے کر گئے ہیں تو مسٹر احسان! اب آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔ میں انکار کر دوں تاکہ آپ پر کوئی حرف نہ آئے۔ غالباً اتنا ہی بے وقوف سمجھا ہے آپ نے مجھے۔"

چبا چبا کر کہتے ہوئے وہ اضطراری انداز میں داہنی

مٹھی کبھی کھولتی تو کبھی بند کرتی تھی۔

"زیبی! آپ میری بات تو سنیں۔ میں مانتا ہوں' آپ کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ اس پورے قصے میں آپ کا قصور نہیں ہے۔"

(مگر سزا تو مجھے ہی سنائی جائے گی۔)

"مجھے یہ اسٹیپ پہلے ہی لے لینا چاہیے تھا۔۔۔"

"حسان صاحب! مختصریات کریں۔"

زیبی کے ٹوکنے پر وہ ایک پل کو خاموش ہوا پھر ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

"میں شادی سے انکار کر رہا ہوں۔"

بہت زور کا دھچکا لگا تھا۔

"اطلاع کا شکریہ۔"

اسے اپنی عزتِ نفس سب سے بڑھ کر پیاری تھی' اس لیے شدید دھچکے کے باوجود وہ کمزور پڑنا نہیں چاہتی تھی۔

"کیا آپ وجہ جاننا چاہیں گی ؟"

"ایکس' وائی' زیڈ' کوئی بھی وجہ ہو' کیا فرق پڑتا ہے۔ اس ناپسندیدہ رشتے سے چھٹکارا پانے کا آپ کو حق حاصل ہے۔ یہ اور بات کہ آپ نے اس حق کا استعمال بہت دیر سے اور بہت غلط وقت پر کیا۔"

زیبی کے لہجے میں تھکن اتری تو ریسیور رکھ دیا اور بہت دیر تک ہاتھوں کی لرزش پر قابو پانے کی کوشش کرتی رہی۔

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ؟" علی وجدان نجانے کس وقت وہاں آیا تھا اور اس نے گفتگو کا کتنا حصہ سنا تھا۔ وہ چونک گئی۔

"ہاں۔۔۔!"

"کوئی پرابلم ہے۔؟" زیبی کے آخری کچھ جملے وجدان کے ذہن میں ہلچل مچا رہے تھے۔

"نہیں۔۔۔" وہ بغیر اس کی طرف دیکھے باہر نکل گئی۔ وجدان نے دیکھا اس نے دروازے کے قریب چند ثانیے کے لیے رک کر خود کو سنبھالا تھا۔

"بچیوں کو اپنے شوق اور زمانے کے تقاضے پورے کرنے دیں بے جی۔۔۔! پھر ہماری بچیاں خاصی سمجھ دار ہیں' کوئی بے ہودہ اور فضول فیشن تو کرتی نہیں۔ یوں بھی بری میں خاصے بھاری کام والے سوٹ ہوں گے۔ ملے جلے کپڑے اچھے ہوتے ہیں۔"

مریم' بے جی کو سمجھا رہی تھیں۔

زیبی نے اردگرد پھیلے کپڑوں کو دیکھا اور وحشت زدہ ہو کر اوپر چلی گئی۔

شادی میں دن ہی کتنے رہ گئے تھے۔

✲ ✲ ✲

وجدان اوپر آیا تو رک گیا۔

اس نے چارپائی پر بیٹھی زیبی کو دیکھا۔ ڈھلتی شام کی زردی اس کے چہرے پر اتر آئی تھی اور وہ کھلی آنکھوں سے کوئی ایسا منظر دیکھتی تھی جس تک وجدان کی رسائی ہوتی بھی تھی اور نہیں بھی۔

وہ تو ہر روز ہی شام میں اوپر آتا تھا مگر زیبی کی بے وقت موجودگی اچنبھے کا باعث تھی۔ وہ پریشان اور الجھی ہوئی تھی۔ وجدان پوچھنا چاہتا تھا مگر جھجکتا تھا۔ تب ہی زیبی کی نظر اس پر پڑی تو وہ مسکرا دی۔

زرد شام کے پسِ منظر میں یہ ہلکی سی مسکراہٹ وجدان کو بہت خوبصورت لگی کیونکہ صرف اس کے لیے تھی۔ وہ چلتا ہوا قریب آیا اور دیوار کے پار قطار در قطار مکانوں کے سلسلے دیکھنے لگا۔

سامنے والے گھر میں سبز شال میں ملبوس لڑکی تار سے دھلے کپڑے اتار رہی تھی۔ وجدان نے ہمیشہ کی طرح آج بھی اسے نہیں دیکھا تھا مگر لڑکی ہمیشہ کی طرح آج بھی مسکراہٹ دباتی اپنے ننھے۔ بہن بھائیوں کو زور زور سے ڈپٹتی اور چور نظروں سے اسے دیکھتی تھی۔

"زیبی! کیا میں آپ کی کوئی مدد کر سکتا ہوں؟"

وجدان اپنی پوری حسیات کے ساتھ زرد شام میں ڈوبی چارپائی پر بیٹھی لڑکی کی طرف متوجہ تھا جو غالباً وہاں سے اٹھنے کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ وہ چونکی اور انجان بنی۔

"کس معاملے میں؟"

وہ گڑبڑایا۔ "ہاں۔۔۔ کس معاملے میں۔" اسے بھلا

کسی معاملے کی خبر ہی کہاں تھی۔ نجانے کیوں پوچھ بیٹھا۔

وہ ٹانگیں نیچے لٹکا کر چپل ٹٹولنے لگی۔

"میں اپنی مدد آپ کر سکتی ہوں وجدان صاحب۔!"

لہجہ تنبیہہ کرتا ہوا تھا۔ "خبردار' تمہیں کچھ خبر نہیں۔"

یہ تنبیہہ کرتا لہجہ وجدان کو اتنا برا لگا کہ وہ اس کے جانے سے قبل ہی نیچے چلا گیا۔ وہ ایک چپل پاؤں میں پہنے دوسری ڈھونڈنا بھول گئی۔

"شاید مجھے اتنا روڈ نہیں ہونا چاہیے تھا۔"

اس نے ابھی تک کسی سے حسان کے فون کا ذکر نہیں کیا تھا۔ وہ حسان کی طرف سے کسی انتہائی قدم کی منتظر تھی۔ دیکھنا چاہتی تھی' وہ اب کیا کرتا ہے۔ گھر میں وہی چہل پہل تھی جو شادی سے کچھ دن پہلے گھروں میں ہوتی ہے اور یہ چہل پہل زیبی کو مضطرب رکھتی جو ہونے والا ہے منظرِ عام پر آیا تو کیا ہو گا۔

اسے مریم کا ستا چہرہ' ابو کی جھکی گردن اور لوگوں کے سوال دھیان میں آتے تو جی چاہتا کہیں بھاگ جائے مگر بھاگ کر جاتی کہاں؟

دھوپ کی زردی کو شام کا سرمئی پن نگلنے لگا۔

فضا میں خنکی بڑھ گئی تھی اور نیچے سے بے جی پکار رہی تھیں۔

"کتنی بار کہا ہے مغرب ہونے کو ہے' ایسے میں۔۔۔"

وہ نیچے چلی آئی۔ صحن میں وجدان اور مریم بیٹھے تھے اور وہ پوچھ رہی تھیں۔

"وجدان! تم نے شادی کیوں نہیں کی ؟"

"کس سے کرتا؟"

"کیوں' کبھی کوئی لڑکی نہیں ملی؟"

"کبھی ایسی کوئی نظر ہی نہیں آئی جس کے بارے میں اس زاویے سے سوچتا۔" اس نے زیبی کو نیچے آتے دیکھا مگر نظرانداز کر گیا۔

"وہ کیسی ہو؟" مریم نے سوال کیا۔

"آپ جیسی۔" وہ برجستہ گویا ہوا۔ "لیکن اسے بزدل نہیں ہونا چاہیے۔ لڑنے کا حوصلہ رکھتی ہو۔ غلط کو غلط کہہ سکتی ہو۔ دوسروں کی طرف دیکھنے کے بجائے اپنی مدد آپ کر سکے۔ اپنا حوصلہ آپ بن سکے۔"

مریم پلک جھپکے بغیر اسے دیکھ رہی تھیں۔

"ماں کی ان کمزوریوں کو اس نے کب محسوس کیا۔"

"ہونہہ!" زیبی اندر چلی گئی۔ اسے لگا وجدان نے اس پر طنز کیا ہے۔

✲ ✲ ✲

وجدان چلا گیا تھا' اسے بس اتنی ہی چھٹیاں ملی تھیں۔

"پھر کب آؤ گے؟" اسے سامان سمیٹتے دیکھ کر مریم نے پوچھا۔

"آپ انتظار کریں گی ؟" نجانے اس کے اندر یقین گہرا کیوں نہیں ہوتا تھا۔

مریم نے اثبات میں سر ہلایا تو اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"بہت جلد۔۔۔ بہت جلد آؤں گا۔"

مریم کی بانہیں پھیلیں اور وہ کسی ننھے بچے کی طرح ان کی بانہوں میں سمٹ گیا۔ مضطرب دل سکون آشنا ہوا' تشنگی مٹنے لگی۔ وجدان کا دل چاہا' بندھا ہوا سامان کھول دے اور مریم کو لگا ان کے اندر مزید جینے کی کوئی خواہش نہیں۔ ان کا بیٹا ان کے پاس لوٹ آیا تھا۔ زندگی سے اب کچھ بھی مزید نہیں مانگنا چاہتی تھیں۔ بس یہی اک لمحہ تھا جو حاصلِ زیست تھا۔ بانہوں میں سمٹا تو وہ سب کچھ سوچنا بھول گئیں۔ یہ بھی کہ زیبی ان دنوں اتنی پریشان کیوں ہے۔

"میری تو سمجھ میں نہیں آتا ۔ تمہیں ایکدم ہو کیا گیا۔ کسی چیز میں تمہارا انٹرسٹ نہیں رہا۔ کتنے دنوں سے کہہ رہی ہوں جو سوٹ سلنے کو دیے ہیں' وہ واپس لانے ہیں۔ کچھ نئے سوٹ دینے ہیں' لہنگا پسند کرنا

ہے۔ اب زیور تک کے لیے تم نہیں جارہیں، کیا وہ بھی میں ہی پسند کروں گی۔" نیہا چڑ کر کہہ رہی تھی۔ تب انہوں نے چونک کر زیبی کو دیکھا۔

"ارے، یہ اتنی چپ چپ اور بجھی بجھی سی کیوں لگ رہی ہے؟"

"جلدی کیا ہے تمہیں، ہو جائے گا سب کچھ۔" ہر گزرتے دن کے ساتھ وہ چڑچڑی ہوتی جارہی تھی۔ دن گزرتے جارہے تھے اور حسان نے مکمل چپ سادھ رکھی تھی۔ لاشعوری طور پر وہ چاہتی تھی کہ وہ چپ ہی رہے۔ اسے اس بات کی فکر نہیں تھی کہ بعد میں حسان کے ساتھ زندگی کیسے گزرے گی۔ وہ بس اتنا چاہتی تھی کہ جو بدنامی اس کے اور اس کے والدین کے حصے میں آنے والی ہے، وہ کبھی نہ آئے۔

"جلدی... اتنے کم دن رہ گئے ہیں۔ امی! آپ ہی اسے کچھ سمجھائیں۔"

"کیوں اتنی ڈل ہو رہی ہو زیبی!" مریم نے پیار سے پوچھا۔

"میرا جی نہیں چاہتا۔" وہ سر جھکائے اپنے ناخنوں کو گھور رہی تھی۔

"اے ہے... مت پیچھے پڑو میری بچی کے، والدین کا گھر چھوڑنا اتنا آسان تو نہیں۔ بے چاری نے دل کو لگا لیا ہے۔"

بے جی نے ساتھ لگانا چاہا۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھی اور اندر چلی گئی۔ اندر نیا ہی ہنگامہ تھا۔ تینوں بھائی کارڈز سامنے پھیلائے کسی ایک کارڈ پر متفق نہ ہو رہے تھے۔

"زیبی سے فیصلہ کرواؤ۔" نعمان نے نعرہ لگایا۔ وہ فیصلہ کیا کرتی، وہ تو کارڈز دیکھ کر ہی گم صم ہو گئی تھی۔

"بتاؤ نا زیبی آپی! میرا تو خیال ہے کہ یہ پرپل..."

"ہٹاؤ فیصل...!" اس نے درشتی سے ہاتھ ہٹایا۔

"اتنی جلدی کیا ہے تم لوگوں کو اعلان کرنے کی۔"

"اعلان کی خوب کہی۔ پتا تو سارے خاندان کو ہے کہ تمہاری تاریخ کون سی طے ہوئی ہے مگر فارمیلٹی تو پوری کرنا ہے دعوت نامے وقت پر..."

"پتا تو سارے خاندان کو ہے..."

"پتا تو سارے..."

اس کے اندر وحشتوں کا جنگل اگنے لگا۔ اس نے لب بھینچ کر خوفزدگی کے عالم میں سب کو دیکھا۔ وہ نجانے کیا کیا کچھ کہہ رہے تھے۔ زیبی کو لگا اب کہیں جائے پناہ نہیں ہے۔

☼ ☼ ☼

نیہا کے بہت مجبور کرنے پر وہ بازار آئی تھی۔

"مجھے تو اپنے کپڑے خریدنے دو۔" نیہا بے حد خفا تھی۔ وہ مجبوراً چلی آئی اور وہیں اس نے حسان کو دیکھا۔ اسے شک تھا کہ وہ حسان ہے کیونکہ زیبی نے اس کی صرف تصویر دیکھی تھی مگر نیہا چیخ اٹھی۔

"زیبی! دیکھو، حسان بھائی..."

"اپنے کام سے کام رکھو۔" وہ سرد لہجے میں کہہ کر سوٹ دیکھنے لگی مگر نیہا کا جوش قابل دید تھا۔

"پاگل! ایسے مواقع روز روز ہاتھ نہیں آتے۔ ایک بار ان سے مل لو..." وہ زیبی کا ہاتھ کھینچنے لگی۔

"نیہا...!" زیبی کا لہجہ و تاثرات اتنے سخت تھے کہ وہ منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑا کر رہ گئی۔ کچھ دیر کے بعد زیبی کو عقب میں کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ لاشعوری طور پر اس نے ذرا سا رخ موڑ کر دیکھا پھر تیزی سے سیدھی ہو گئی۔

حسان اس کے عقب میں کھڑا تھا۔

زیبی نے پوری کی پوری توجہ سامنے پھیلے کپڑے کے پرنٹ پر مرکوز کر دی۔

حسان اب نیہا سے ہیلو ہائے کر رہا تھا۔ اپنے تمام تر منجمد احساسات کے باوجود وہ حسان کے مدھم اور شائستہ لہجے کو پوری شدت سے محسوس کر رہی تھی۔ کچھ دیر کے بعد زیبی اسے کہنی مارنے لگی۔

"چلو نا... ! حسان بھائی تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔" نیہا کے پُرجوش شریر لہجے پر زیبی بری طرح چڑی۔

"مجھے نہیں کرنی۔" وہ کھڑی ہو کر پلٹی۔ عقب میں

کھڑے حسان نے تیزی سے کہا۔

"پلیز مس زیبا! صرف پانچ منٹ۔۔۔"

"پاگل ہو۔۔۔ کیا حرج ہے۔۔۔ وہ تمہارے۔۔۔" نیہا اس کے کان میں گھسی آرہی تھی۔

زیبی ڈھیلی پڑ گئی۔

نیہا کی باچھیں کھل گئیں۔ وہ لوگ سامنے والے ریسٹورنٹ کی طرف بڑھ گئے۔ وہاں اچھا خاصا رش تھا۔ حسان انہیں لے کر ایک ایسی ٹیبل کی طرف بڑھ گیا، جہاں پہلے سے ایک متناسب خدوخال کی کامنی سی لڑکی بڑی بے زاری سے گھڑی دیکھ رہی تھی۔ حسان پر نگاہ پڑتے ہی چہرے کے تاثرات میں بے زاری کی جگہ خوشگواریت در آئی مگر ان دونوں کو دیکھ کر وہ ٹھٹک سی گئی۔

"تو یہ تھی وجہ۔۔۔" ٹیبل تک پہنچتے پہنچتے زیبی لائٹ پرپل کلر کے سوٹ میں ملبوس لڑکی کا بغور جائزہ لے چکی تھی۔

"یہ نیہا ہیں اور یہ زیبا۔" حسان نے قریب جا کر مختصراً تعارف کروایا۔ لڑکی نے بے حد چونک کر زیبی کو دیکھا۔ "آپ لوگ بیٹھیں۔"

"حسان بھائی! یہ آپ کی۔۔۔" نیہا کو اس ادھورے تعارف سے الجھن ہوئی تو پوچھنے لگی۔ حسان اس کا سوال نظرانداز کر کے ویٹر کو بلا کر آرڈر دینے لگا۔ اس نے ان دونوں سے بھی پوچھا تھا۔ نجانے نیہا نے کیا منگوایا وہ تو اپنی پوری کی پوری توجہ شیشے کے اس پار رواں دواں سڑک پر مبذول کر چکی تھی۔

حسان لڑکی کو ان کے اچانک ملنے کے بارے میں بتا رہا تھا اور وہ کچھ پزل سی نظر آنے لگی تھی، تب ہی حسان مکمل طور پر زیبی کی طرف متوجہ ہوا۔

"مس زیبا!۔۔۔ یہ کشف ہے۔۔۔ ہم لوگ یونیورسٹی میں ایک ساتھ پڑھتے تھے۔"

"حسان! پلیز مائنڈ مت کرنا، میں گاڑی میں چل کر بیٹھتی ہوں۔"

کشف ایکدم کھڑی ہو گئی۔

حسان نے کچھ حیرت سے اسے دیکھا، روکنا چاہا پھر کچھ سوچ کر خاموش ہو رہا اور اثبات میں سر ہلانے لگا۔

کشف معذرت کرتی اپنا شولڈر بیگ اٹھا کر چلی گئی اور اسے جاتے دیکھ کر نیہا کا منہ اور آنکھیں دونوں کھل گئیں۔ زیبی ادھر متوجہ ہی نہ تھی۔ وہ بدستور شیشے کے پار باہر جھانک رہی تھی اور حسان کہہ رہا تھا۔

"مجھے نہیں معلوم کب اور کس لمحے میرے دل میں کشف کی محبت کا احساس جاگا۔ بس میں نے اور اس نے اپنے اندر خوابوں کے اس گھر کی بنیاد رکھ دی جسے ہم دونوں نے مل کر بسانا تھا۔" نیہا نے بوکھلا کر حسان کو دیکھا۔

وہ کیا کہہ رہا تھا۔

پھر زیبی کو جو جامد تاثرات کے ساتھ بس سن رہی تھی۔

"کشف کے گھر والوں کو کوئی اعتراض نہ تھا۔ میں نے کشف کو اپنے والدین سے ملوایا۔ وہ بھی اس سے مل کر خوش ہوئے تھے کہ پھر۔۔۔"

"میں درمیان میں آگئی۔" زیبی تلخ سی ہنسی ہنسی۔

"نہیں۔" وہ مضمحل سا مسکرایا۔ "پھر وہ حادثہ ہو گیا۔"

زیبی کی نگاہوں کی زد میں بہت سے لوگوں کے درمیان رستہ بناتی لائٹ پرپل سوٹ میں ملبوس وہ لڑکی آئی جو چلنے کی کوشش میں لڑکھڑا رہی تھی۔ یوں لگتا تھا اس کی داہنی ٹانگ بوجھ سہارنے سے قاصر ہے اور وہ سخت تکلیف میں مبتلا ہے۔

"جس میں کشف کی داہنی ٹانگ۔۔۔"

زیبی نے بوکھلا کر سامنے پڑی خالی کرسی کو دیکھا پھر اس لڑکی کو، جواب نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔

حسان اس حادثے کی تفصیلات بتا رہا تھا۔

"میرے لیے کشف اب بھی وہی تھی مگر میرے والدین۔۔۔ انہیں ایک لنگڑی بہو قبول نہ تھی۔ سو میری مرضی کے بغیر آپ کے ساتھ میری منگنی ہو گئی۔۔۔ میں نے حقیقت پسند بننے اور والدین کی خوشی میں خوش ہونے کی بہت کوشش کی۔۔۔ پانچ ماہ خود سے لڑتے جھگڑتے گزر گئے۔۔۔ مگر۔۔۔" اس نے دونوں ہاتھ میز کے کنارے پر ٹکا کر زیبی کو دیکھا جو اب اسی کو دیکھ رہی تھی۔

"محبت نہیں مانتی زیبی! محبت نہیں مانتی۔ وہ ہر روز میرا گریبان پکڑتی تھی، اگر یہی حادثہ شادی کے بعد پیش آتا۔۔۔ اگر یہی حادثہ میرے ساتھ ہو جاتا۔۔۔ تاویلیں گھڑتے گھڑتے، خود کو سمجھاتے سمجھاتے تھک گیا ہوں۔"

اس کے لہجے میں تھکن، بے بسی و اضطراب مترشح تھا۔ زیبی نے اپنے منجمد احساسات کو پگھلتے محسوس کیا۔

نیہا گم صم تھی۔

"یہ محبت ہر روز کٹہرے میں کھڑا کر دیتی ہے۔۔۔ میرا ضمیر گوارا نہیں کرتا کہ اسے اس حال میں تنہا چھوڑ دوں۔۔۔ پھر میں کشف کے حصے کی محبت کسی اور کو دے بھی نہیں سکتا۔ وہ آج بھی میرے لیے وہی کشف ہے۔۔۔ اس کے دو آپریشن ہو چکے ہیں۔ ڈاکٹرز کہتے ہیں تیسرے آپریشن کے بعد وہ نارمل طریقے سے چل سکے گی۔۔۔ خدا جانے۔۔۔" وہ ایک پل کو خاموش ہوا۔

"آپ بہت اچھی ہیں زیبی! میرا مقصد آپ کو ہرٹ کرنا نہیں ہے۔ کوئی بھی شخص آپ کی ہمراہی میں فخر محسوس کرے گا۔ میری۔۔۔"

"اٹس او کے حسان صاحب! میں آپ کے جذبے کی قدر کرتی ہوں۔" زیبی نے سنجیدہ لہجے میں اس کی بات قطع کی۔

"مجھے نہیں معلوم، میرے والدین کشف کو قبول کریں گے یا نہیں لیکن مجھے کشف کو تنہا نہیں چھوڑنا، یہ میرا فیصلہ ہے۔" حسان کے لہجے میں مضبوطی در آئی۔

ٹیبل پر مکمل خاموشی چھا گئی۔ ان کے سامنے رکھے چائے اور سینڈوچز بالکل ٹھنڈے ہو گئے تھے پھر زیبی نے اپنا ہاتھ سیدھا کیا۔ انگلی میں پڑی ڈائمنڈ رنگ نکال کر حسان کے سامنے رکھ دی۔

"حسان صاحب! میرے پاس آپ لوگوں کو دینے کے لیے کچھ بھی نہیں۔ بس ایک دعا کہ آپ کشف کے ساتھ ہمیشہ ایک مکمل زندگی گزاریں۔ اسی اعتماد کے ساتھ جس کے ساتھ آپ نے یہ فیصلہ کیا ہے۔"

وہ نیہا کا ہاتھ دبا کر کھڑی ہو گئی۔

"تھینک یو مس زیبی!"

باہر آنے تک ان دونوں کے بیچ مکمل خاموشی چھائی رہی۔ نیہا بھول گئی تھی کہ ابھی اسے شاپنگ کرنا تھی۔ گھر میں تینوں لڑکے فل آواز میں ڈیک لگائے کمرے میں بند۔

"کجرارے۔۔۔ کجرارے تیرے کالے کالے نیناں" پر ڈانس پریکٹس کر رہے تھے اور بے جی آنکھیں بند کیے استغفار۔۔۔ استغفار کا ورد کر رہی تھیں۔

نیہا جو سارا راستہ ایک لفظ نہیں بولی تھی۔ بے جی کے پاس رکی اور زیبی جانتی تھی وہ اب رکے گی نہیں، بولے گی، اسی لیے خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی آئی۔ دروازہ بند کر کے آہستگی سے بیڈ پر بیٹھ گئی۔ کمرے میں ہلکی سی نیم تاریکی اور بہت سی ٹھنڈک در آئی تھی۔ اس نے دونوں پاؤں بیڈ پر رکھ لیے۔

"موسم بہت بدل گیا ہے۔" اس نے ٹھنڈے پاؤں کی انگلیوں کو چھو کر اپنی سوچ کا رخ موڑنا چاہا مگر نہ موڑ سکی۔ نظروں کے سامنے سب کے چہرے تھے۔

باہر کچھ شور سا تھا۔

ڈیک بند ہو گیا تھا۔

اس نے آہستگی سے چہرہ گھٹنوں میں چھپا لیا۔ اسے حسان سے منگنی ٹوٹنے کا اتنا دکھ نہ تھا جتنا اس صورتِ حال کا سامنا کرنے سے خوف زدہ تھی۔

اسے یاد آیا۔ ابھی دو دن قبل اس کے بھائیوں نے سارے کارڈز تقسیم کیے تھے۔

☼ ☼ ☼

گھر میں عجیب ہولناک سا سناٹا چھایا رہتا۔۔۔ ہر کوئی ایک دوسرے سے آنکھیں چراتا، کترایا سا رہتا۔ عتیق صاحب سارا دن گھر نہ آتے۔

"اب کیا ہو گا؟"

مریم کی نظریں بے جی سے سوال کرتیں اور وہ خشوع و خضوع سے حسان‘ اس کے والدین اور اس ڈائن کو کوسنے لگتیں جس کی وجہ سے وہ اس صورتِ حال کا شکار ہوئے تھے۔

زیبی کا دل چاہتا‘ وہ ان کے منہ پر ہاتھ رکھ دے۔ وہ اس طرح اس لڑکی کو بددعائیں مت دیں۔ وہ تو خود معصوم و مظلوم تھی اور حسان کی امی کتنا رو رہی تھیں۔ کس چاؤ اور ارمان سے بہو پسند کی تھی مگر نصیب... اس کے ابو کتنے شرمندہ تھے۔

”ہم خود اپنی بیٹی کے لیے کوئی رشتہ...“

”ہم اپنی بیٹی کا سوچنے کے لیے ابھی زندہ ہیں مدثر صاحب!“ عتیق صاحب نے رکھائی اور بے بسی کے ملے جلے لہجے میں جواب دیا تھا۔ ابھی تک کسی کو خبر نہ تھی مگر رشتے داروں کی متوقع باتیں‘ سوالات و شکوے انہیں دہلائے رکھتے۔

”کیا جواب دیں گے...؟ شادی سے کچھ دن پہلے انکار... کون یقین کرے گا۔“

”کیوں یقین نہیں کریں گے لوگ... وہ ہمیں نہیں جانتے یا ہماری بہن ان کے لیے انجان ہے... جو سچ ہے‘ وہی بتائیں سب کو۔“ نعمان سب سے الجھتا۔

”لوگوں کو تماشا چاہیے‘ تاک تاک کر نشانے لگائیں گے... یہ اپنے ہی ہوتے ہیں جو زخموں پر نمک چھڑکتے ہیں... ناس جائے ان لوگوں کا۔ ہماری بیٹی کو داغ لگ گیا۔“

بے جی دونوں ہاتھ اٹھا کر کہتیں۔ زیبی اپنی جگہ چور سی ہو جاتی۔

”کہاں لگا؟“ فیصل اس کے شرمندہ چہرے کا جائزہ لیتا۔ ”خاصا شفاف اور بے داغ چہرہ ہے۔ کیا اسٹیلمنز یوز کرنے لگی ہو؟“

وہ جز بز ہو کر اسے گھورتی۔

”پھول سی بچی مرجھا کر رہ گئی۔“ بیک گراؤنڈ میں بے جی کا آہوں سے لبریز میوزک بجتا رہتا۔

”گوبھی کا پھول بنتی جا رہی ہے۔ اسے کہیں کم کھایا کرے۔“ نعمان لقمہ دیتا۔

”ہائے... ہائے‘ تم کیا جانو‘ آج کے دور میں لڑکی کا منگنی ٹوٹنا... وہ بھی شادی سے کچھ دن پہلے... کارڈز بٹ گئے... دعوت...“ اس سے قبل کہ وہ مزید صورتِ حال کی سنگینی واضح کرنے کی سعی کرتیں‘ عثمان بلبلا اٹھتا۔

”آپ تو یوں آہیں بھرتی ہیں جیسے زیبی کی منگنی نہیں ٹوٹی بلکہ ٹانگ ٹوٹ گئی ہو۔“

”تمہارے منہ میں خاک‘ موئے گو نگلو... کبھی تو سوچ سمجھ کر منہ کھولا کرو۔“

”بلکہ نہ کھولا کرو تو اچھا ہے۔“ وہ تینوں مل کر ماحول بدلنے کی سعی کرتے۔

”وہ لڑکی کیسی تھی؟“

اس دن مریم نے پانی کی بوتل نکالتے ہوئے پوچھا تو روٹیاں پکاتی زیبی کو سوچنا پڑا۔ وہ کس لڑکی کے متعلق سوال کر رہی ہیں مگر مسالہ پیستی نیہا نے گرائنڈر بند کر کے فوراً ہی جواب دیا تھا۔

”بس ایویں سی تھی۔“

”اب تم تعصب کی عینک لگا کر دیکھو تو اور بات ہے‘ ورنہ اچھی خاصی خوبصورت تھی۔“ زیبی روٹی پلٹتے ہوئے مسکرائی۔

”تم سے زیادہ تو نہیں۔“ نیہا نے گرائنڈر کا بٹن دبا کر گویا اس لڑکی کو بھی اندر ہی گرائنڈ کیا تھا۔ زیبی نے مشین بند ہونے کا انتظار کیا۔ مریم باہر چلی گئی تھیں۔

”بات یہ نہیں ہے نیہا کہ کون زیادہ خوبصورت ہے۔ بات تو نصیب کی ہے۔“

”ہاں۔ حسان کو تم جیسی صحت مند لڑکی چھوڑ کر اس لنگڑی...“

”نیہا...!“ زیبی کا لہجہ سخت تھا۔

”تم اپنے آپ کو زیادہ اسپیشل ثابت مت کیا کرو۔“ نیہا الٹ ہی پڑی۔ ”کیا تمہیں دکھ نہیں ہوا اور مان لو کہ وہ شخص اور وہ لڑکی اس پوری صورتِ حال کے ذمہ دار ہیں۔ تمہیں اور ہمارے گھر کو اس مشکل میں گرفتار ان ہی نے کیا ہے۔ میرے دل سے ان کے لیے کوئی دعا نہیں نکلتی۔ ہاں‘ گالیاں ضرور نکلتی ہیں۔

محبت کے علم بردار بنتے ہیں‘ پہلے کہاں تھی یہ محبت؟“ غصے سے اس کا چہرہ دہکنے لگا تھا۔

”گالیاں بکنے سے فائدہ۔“ آخری روٹی ہاٹ پاٹ میں رکھتے ہوئے زیبی نے رسانیت سے پوچھا۔

”دل کا بوجھ ہلکا ہوتا ہے۔“ وہ چبا چبا کر گویا ہوئی۔

”ٹھیک ہے جب دل کا بوجھ ہلکا ہو جائے تو سب سے پوچھ کر کھانا لگا دینا۔“

وہ ہاتھ دھو کر باہر نکل گئی۔ نیہا نے جھنجلا کر چولہا بند کیا جسے وہ کھلا ہی چھوڑ گئی تھی۔

”کہاں ہوں میں اسپیشل؟“ اپنی مخصوص جگہ پر بیٹھ کر اس نے سوچا۔ ”ہاں مجھے بھی دکھ ہوا ہے۔“

اس نے گھٹنوں پر ٹھوڑی رکھی۔ سامنے صحن میں سرما کی گلابی دھوپ پھیلتی تھی۔ چھ ماہ قبل... صرف چھ ماہ قبل وہ حسان کی منگیتر بنی تھی اور ہر عام لڑکی کی طرح یہ چھ ماہ اس نے خوابوں کی اوڑھنی اوڑھ کر گزارے اور جب تعلق ٹوٹا تو چھ منٹ بھی نہیں لگے۔ اس نے کس اطمینان اور سکون سے خوابوں کی اوڑھنی تہہ کی اور اسی ٹیبل پر رکھ آئی جس پر اس کی حسان کے ساتھ پہلی اور آخری ملاقات ہوئی تھی۔ اسے اب بھی خود پر حیرت تھی۔ وہ کس آسانی سے سب سہہ گئی مگر اب امی ابو کا سامنا کرنا مشکل لگ رہا تھا۔ ان کی آنکھوں میں ”اب کیا ہوگا؟“ کا سوال پڑھتی تو چور سی بن جاتی۔

”لیکن میں تمہاری طرح گالیاں نہیں دے سکتی ہوں نیہا کہ میں ان دونوں کو بھی انڈر اسٹینڈ کرتی ہوں‘ ہاں... مانتی ہوں‘ حسان نے دیر کر دی‘ اسے یہ قدم پہلے اٹھانا چاہیے تھا۔“

”ہیلو...“

اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ پھر کھڑی ہو گئی۔ آج آنے والے کی آنکھوں میں صرف ویک اینڈ پر گھر آنے والے شخص کی سرخوشی شامل نہ تھی۔ ان آنکھوں میں کچھ اور بھی تھا جو زیبی نہ سمجھ سکتی تھی... وہاں کسی پسندیدہ ہستی کو سب سے پہلے دیکھ لینے کی خواہش کے پورا ہو جانے کا اطمینان اور سکون تھا۔

وہ خود بھی نہیں جانتا تھا اس نے اتنے دنوں میں اس سادہ سی لڑکی کو سوچا کیوں؟

”آج آپ پھر بغیر دستک دیے آئے ہیں۔“ وہ قصداً مسکرائی۔

”میں نے دستک دی تھی‘ آپ ہی شاید کسی گہری سوچ میں گم تھیں۔“

”اچھا...“ اس نے دونوں ہاتھ چہرے پر پھیر کر کسی نادیدہ سوچ کی پرچھائیں غائب کرنے کی سعی کی۔

”آپ کی شادی کی تاریخ طے ہو گئی تھی۔ مگر کارڈ ابھی تک نہیں ملا... سوچا‘ پوچھ لوں اپنی شادی میں مجھے مہمان بنائیں گی یا نہیں؟“ وہ فرینک لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

زیبی کے لبوں کی مسکراہٹ معدوم ہو گئی۔

”امی‘ اندر ہیں۔“

وجدان کو اس کے لہجے سے کسی انہونی کے ہو جانے کا احساس ہوا... کچھ الجھے سلجھے جملے آگے پیچھے ذہن کی تاریکیوں سے بھاگتے چلے آئے۔ تو وہ زیبی کے چہرے پر کچھ کھوجتا اندر کی طرف بڑھ گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

”تو یہ بات تھی...“ وجدان نے سر جھکا کر سوچا۔ مریم اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر کے خاموش ہو گئی تھیں۔ ان کا لہجہ دکھ بھرا اور بے چین تھا۔ وجدان کو یہ محسوس کر کے حیرت ہوئی کہ خود اس کے اپنے اندر کوئی پریشانی یا ہمدردی کی رمق تک نہ تھی۔ اسے ذرا بھی احساس نہ ہوا کہ اس لڑکی کے ساتھ کیا گزری ہے۔

”یہ تو اچھا ہوا کہ بات پہلے ہی کھل گئی‘ ورنہ بعد میں پرابلم ہو جاتی۔“ وجدان کو کچھ تو کہنا تھا۔ اس نے بہت سوچ کر یہ جملہ عام سے لہجہ میں کہہ دیا۔

”ہاں مگر اب...“ وہ پہلے سے زیادہ پریشان ہوئیں۔ وجدان اس کا کیا جواب دیتا۔

”سب ٹھیک ہو جائے گا۔“ اس نے آہستگی سے ماں کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

”اللہ کرے...“ وہ تھکے تھکے انداز میں کہتے

اٹھیں۔ "تمہارے لیے کھانا نکالوں؟"

وجدان بھی اٹھ کر باہر آگیا۔ زیبی کرسی پر کسی کتاب کے مطالعے میں منہمک تھی۔ وجدان نے سوچا' اسے زیبی سے کوئی بات کرنا چاہیے' خواہ اظہارِ افسوس ہی کیوں نہ ہو۔ وہ قریب جا کر کھنکھارا' زیبی نے کتاب سے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"زیبی! آپ پریشان نہ ہوں' ان شاءاللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" اسے اپنے جملے خاصے رسمی لگے۔

زیبی کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ در آئی۔

"آپ سے کس نے کہا' میں پریشان ہوں؟"

"یہ لڑکی....." وہ جھنجلایا۔ "خود کو سمجھتی کیا ہے؟"

"گویا آپ کو کوئی افسوس نہیں؟"

"مجھے افسوس ہے' لیکن میں پریشان ہرگز نہیں ہوں۔" زیبی نے اس کی جھنجلاہٹ سے حظ اٹھایا۔

وجدان کا دل چاہا کہ وہ کوئی سخت سی بات کر کے اس لڑکی کا منہ بند کر دے۔

"وجدان بیٹا! آجاؤ کھانا کھالو۔" مریم کی آواز بروقت آئی تھی۔

"آیئے۔ کھانا کھاتے ہیں۔" وہ کتاب ہاتھ میں لیے کھڑی ہو گئی۔ وجدان نے دل ہی دل میں سوچا کہ اس لڑکی میں کچھ ایسا ہے کہ وہ ہمیشہ متاثر ہو جاتا ہے۔

☼ ☼ ☼

"عتیق! فون کر کے ہی سب کو اطلاع دے دو۔" بے جی نے نحیف سی آواز میں کہا۔ ان کی طبیعت کچھ دنوں سے خراب سی رہنے لگی تھی۔ "دن گزرتے جا رہے ہیں۔"

یہ کہتے ہوئے ان کی آواز لرز سی گئی۔ زیبی نے سوچا۔ بے جی نے یہ بات' بہت بے وقت کی ہے۔ اس وقت زیبی سمیت سب ہی ان کے کمرے میں موجود تھے۔ حتیٰ کہ وجدان بھی۔ اس نے سوچا کہ وہ اٹھ کر چلی جائے' مگر وہ ایسی جگہ بیٹھی تھی جہاں سے باہر جانے کے لیے اسے سب کی ٹانگیں پھلانگتے ہوئے جانا پڑتا۔

"میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آتا بے جی یا" عتیق صاحب کے لہجے میں بے بسی در آئی۔

"کوئی بہانا کر دیں' فی الحال....." نعمان نے سنجیدگی سے مشورہ دیا۔ "کہہ دیں۔ ان کے خاندان میں فوتگی ہو گئی ہے۔ بعد میں آہستہ آہستہ صورتِ حال سب پر واضح کر دیں گے۔"

"کاش..... کاش..... کوئی ایسا معجزہ ہو جائے کہ میں اسی دن' اسی تاریخ کو اپنی بیٹی کو رخصت کر سکوں۔"

وہ جو رخ موڑے بے جی کی دوائیں الٹ پلٹ کر رہی تھی' ایک دم کھڑی ہو گئی۔

"میں بے جی کے لیے یخنی بنا دوں۔"

اسے سب کے بیچ رستہ بنانا ہی پڑا۔ مگر وجدان کی ٹانگیں اس کے رستے میں حائل تھیں۔ دانستہ..... یا پھر اسے احساس نہ ہوا تھا۔

"ایکسکیوز می....." وجدان نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ پھر اس کے چہرے پر ناگواری دیکھ کر تیزی سے ٹانگیں سمیٹ لیں۔ وہ واقعی کسی گہری سوچ میں تھا۔

"پریشان ہے' مگر پوز کرتی ہے۔"

وجدان نے سوچا۔ نجانے کیوں وہ چاہتا تھا کہ زیبی پریشان نظر آئے۔ شاید لاشعور میں کہیں یہ خواہش دبی تھی کہ وہ پریشان ہو اور وہ اسے تسلی دے۔

"کوئی ایسا رشتہ مل جائے کہ میں....."

"رشتہ نہ ہوا' سڑک پر لگا درخت ہو گیا۔ جسے اکھاڑ کر مقررہ تاریخ کو آنگن میں لگا لو گے۔ مان لو عتیق میاں! کہ یہ دن ہمیں دیکھنا ہی پڑے گا۔"

بے جی نے سرد سی آہ کھینچی۔ مگر یہ آہ درمیان میں ہی کسی سوچ سے الجھ گئی۔

مریم اور ان کی نگاہیں اک خاص نقطہ پر مرتکز ہوئی تھیں۔ اگرچہ دونوں اپنی اپنی جگہ پر الگ سوچ رہی تھیں۔

"ہاں اپنے ہی تو کام آتے ہیں....." بے جی نے سوچا اور اٹھ کر بیٹھ گئیں۔

"اب تم لوگ جاؤ..... میں آرام کروں گی۔ اور

فیصل! ذرا یہ فون تو میرے قریب کر دو۔"

☼ ☼ ☼

"تم نے کبھی کوئی ڈھنگ کا کام نہ کیا۔ جب بھی کیا' کوئی بڑا کھڑاگ ہی کیا۔"

وہ چائے بنا رہی تھی جب سہیل نے عقب سے آکر کہا۔ پھپھو صبح سے آئی ہوئی تھیں اور جب سے آئی تھیں۔ بے جی کے ساتھ کمرے میں بند تھیں۔ نیہا کے پاؤں میں چکر بندھے تھے۔ وہ کوئی بھی کام ڈھنگ سے نہ کر رہی تھی۔ بس بار بار کمرے کے گرد منڈلاتی' کن سوئیاں لینے کی کوشش کر رہی تھی۔ مریم کئی بار اسے ڈانٹ بھی چکی تھیں۔

"میں نے کیا کیا ہے...؟" زیبی نے قدرے ناراضی سے سہیل کو دیکھا جو غالباً پھپھو کو لینے آیا تھا۔ جب سے چھوٹی پھپھو آئی تھیں' وہ اضطراب سے دوچار تھی۔ پھپھو کے بعد دوسرے لوگوں کا تانتا بندھ جائے گا' وہ کیسے سب کو سامنا کرے گی۔

"کھڑاگ ہی تو ہے... اب عین وقت پر تمہارے لیے دولہا کہاں سے تلاش کریں۔" وہ ہلکے پھلکے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"ضرورت ہی کیا ہے؟"

"ضرورت نہیں' خطرہ ہے۔"

"کیسا خطرہ...؟" نیہا نے اس کی آواز سن لی تھی' اس لیے تیزی سے انٹری دی۔

"کیوں ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو۔" سہیل نے بازو پھیلا کر ہاتھ دروازے پر رکھ کر اس کا رستہ مسدود کیا۔ وہ اس کے بازو سے ٹکرا کر رک گئی۔

"خاندان میں اور تو کوئی ہے نہیں' یہ نہ ہو کہ چھری میری ہی گردن پر رکھی جائے۔"

"کیا مطلب؟" جہاں نیہا کا رنگ اڑا تھا۔ وہیں زیبی تیزی سے اس کی سمت گھومی۔

"کیوں... تم لوگوں کو کوئی اعتراض ہے؟" اس نے ہاتھ ہٹا کر دونوں بازو سینے پر لپیٹے اور محظوظ نگاہوں سے نیہا کو دیکھا۔

"اس سے اچھی بات کیا ہوگی۔" نیہا نے بے نیازی دکھائی۔

(ارے اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر جواب دیں نیہا بی!)

سہیل کے سنجیدہ چہرے پر ہنستی آنکھیں مائل بہ شرارت ہوئیں۔

"فضول باتیں کرنے کی ضرورت نہیں... چائے تیار ہو گئی ہے۔" زیبی نے جھنجلا کر کہا تھا۔

"ہاں تو پھر تم..." سہیل اب بھی باز نہ آیا۔

"ہونہہ...!" نیہا بنا بات سنے پاؤں پٹخ کر چلی گئی۔

"کیوں تنگ کرتے ہیں سہیل بھائی...!" زیبی نے ٹوکا۔ "ناراض ہو جائے گی۔"

"جو ناراض کرتے ہیں۔ منانے کا ہنر بھی جانتے ہیں۔" وہ متانت سے کہہ کر اس کے پیچھے چلا گیا۔

"آج سہیل بھائی عجیب سے موڈ میں ہیں۔" زیبی اپنی الجھن بھول کر مسکرائی۔

"چائے لے آؤ..." عثمان کچن کے سامنے سے نعرہ لگاتا گزر گیا۔ وہ ابھی ابھی یونیورسٹی سے لوٹا تھا۔ دوسرے دونوں ابھی تک نہیں آئے تھے۔

بے جی کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ سب ہی موجود تھے۔ حتیٰ کہ ابو بھی... بے جی کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔ مریم اور ابو کی آنکھوں میں الجھن تھی۔ اور پھپھو سب کے درمیان مہارانی بنی مان بھرے لہجے میں برس رہی تھیں۔

"چھوٹی تھی تو کیا ہوا۔ آپ کی بہن ہوں۔ آپ نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ غیر سمجھا... ارے ایک بار مجھے بتاتے تو سہی۔ کیا آپ کی مشکل' میری مشکل نہ تھی۔ کیا زیبی میری بیٹی نہیں ہے اور مریم! تم تو بہن ہو میری۔ تم نے بھی منہ سے بھاپ نہ نکالی۔ بلکہ کسی اور سے کیا شکوہ... میری تو ماں نے ہی۔"

"یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے آمنہ...!" بے جی نے ٹوکا۔

"کیوں میں اپنے بھائی سے شکوہ بھی نہیں کر سکتی؟"

پھپھو کے لہجے پر حیران ہوتی زیبی سب کو چائے سرو کرنے لگی۔ سہیل وجدان سے باتیں کر رہا تھا۔ کونے میں بیٹھی نیہا وقتاً فوقتاً اسے گھور کر دیکھتی تو انجان بنے سہیل کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ در آئی۔

"آمنہ! اب اصل بات کر بھی دو۔" بے جی سے صبر نہ ہو رہا تھا۔

"بے جی! آپ بتائیں۔" وہ ہنسیں اور ہنسی ان کے لبوں سے پھوٹ پھوٹ جاتی تھی۔ بے جی نے فخریہ انداز میں سب کو دیکھا۔ زیبی پر اک مہربان نگاہ ڈالی۔

"ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ زیبی اسی تاریخ کو' سارے خاندان کے سامنے سب کی دعاؤں میں رخصت ہوگی۔"

حاضرین کے چہروں پر حیرت ہی حیرت تھی۔ خود زیبی' سہیل کو کپ تھمانے کے بجائے انہیں دیکھنے لگی تھی۔

"ہاں اور وہ رخصت ہو کر میرے گھر جائے گی۔ میرے سہیل کی دلہن بن کر۔"

پھپھو کے اس اعلان نے کس کس کے قدموں تلے سے زمین کھینچی تھی۔ اس کا اندازہ انہیں قطعی نہیں ہوا۔

سہیل بوکھلا کر ماں کو دیکھ رہا تھا۔ کچھ لمحے پہلے مذاق میں کی جانے والی بات یوں حقیقت کا روپ دھارے گی' اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔

زیبی' نیہا کی اڑی رنگت' فق چہرہ اور سہمی نگاہیں دیکھ رہی تھی۔ جو سہیل پر جمی تھیں۔ اور وجدان صرف زیبی کو دیکھ رہا تھا۔ ان سب کو لگتا تھا کمرے میں تاریکی اور گھٹن دونوں ہی بڑھ گئے ہیں۔

☼ ☼ ☼

گھر کا ماحول کتنا عجیب سا ہو گیا تھا' بے جی گویا پھر سے جی اٹھی تھیں۔ انہوں نے گھر بیٹھے مسئلے کا حل ڈھونڈ لیا تھا۔ ابو کی آنکھوں کی چمک لوٹ آئی' لڑکے کمرے بند کمرے میں ڈانس کے لیے گانے سلیکٹ کرنے لگے تھے۔ اور زیبی کا دل چاہتا تھا وہ یہاں سے بھاگ جائے' کہیں دور گم ہو جائے... وہ وحشت زدہ ہو کر سب کی شکلیں دیکھتی تھی۔

نیہا کو مسلسل زکام کی شکایت رہنے لگی تھی اور آنکھیں ہمہ وقت سرخ۔ ہمیشہ کترائی کترائی سی رہتی۔ کالج سے آتی تو نجانے کن کونے کھدروں میں کتابیں لے کر چھپ جاتی۔ کسی کو کیوں نظر نہیں آتا کہ وہ ہنستا اور بولنا بھول گئی ہے۔

زیبی اس سے بات کرنا چاہتی تو وہ بوکھلا کر کھڑی ہو جاتی۔

"دیکھو... میرا تو ٹیسٹ... میں تو ابھی تک ذرا بھی تیاری..."

وہ اسے روکنے کا سوچتی رہ جاتی۔ اور... وہ سہیل نجانے کہاں غائب ہو گیا تھا۔ نہ فون پر ملتا' نہ گھر آتا... زیبی نے کئی بار ٹرائی کیا۔

"یہ کیا ہو گیا؟"

"یہ کیوں ہو گیا؟"

"ایک اور حسان...؟"

"کہیں کوئی رستہ دکھائی نہ دیتا تھا... بند گلی تھی اور اندھیرا' کچھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ اسے مریم پر غصہ آنے لگتا۔

"یہ کس اطمینان کے ساتھ جہیز کے کپڑے اور چیزیں ترتیب دینے میں لگی ہیں۔ انہیں ہماری الجھن کیوں نظر نہیں آتی۔"

وہ بڑی خاموشی اور اطمینان سے اپنے کاموں میں مگن تھیں۔ اور ادھر نہ دن کو چین تھا' نہ راتوں کو نیند۔

"کس سے بات کرے' کس سے کہے..."

ہر گزرتا دن اس کی وحشت میں اضافہ کر رہا تھا۔

"کاش کوئی معجزہ... کاش کوئی..."

"زیبی...!"

مریم نے پکارا تو وہ خالی خالی نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔ وہ اس کے لیے دودھ کا گلاس لے کر آئی تھیں۔

"کتنے تھوڑے دن رہ گئے ہیں... اور تم نے اپنی

صحت بالکل برباد کر رکھی ہے۔"

"کس میں تھوڑے دن رہ گئے ہیں؟" وہ بے خیالی میں پوچھنے لگی۔

"تمہاری شادی میں۔۔۔" مریم نے پیار سے اس کا چہرہ تھاما اور پوچھنے لگیں۔

"کیوں اتنی وحشت زدہ سی پھرتی ہو۔۔۔ خوش رہا کرو۔"

زیبی کو لگا' وہ خاموش نہیں رہ سکتی۔ خاموش رہی تو پاگل ہو جائے گی۔ نیہا کی سرخ آنکھیں اسے کبھی چین نہیں لینے دیں گی۔

"آپ کو لگتا ہے کہ یہ سب ٹھیک ہو رہا ہے؟"

"کیوں۔۔۔؟" وہ زیبی کے سوال پر سنجیدہ ہو گئیں۔

زیبی نے عجیب سی نظروں سے انہیں دیکھا۔

"آپ کو کچھ بھی محسوس نہیں ہوا۔۔۔ کچھ بھی نظر نہیں آیا۔۔۔ یا دانستہ انجان بن رہی ہیں۔"

مریم نے گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور اس کے قریب بیٹھ گئیں۔۔۔ انہیں زیبی کے لہجہ و انداز سے دکھ ہوا تھا۔

"مائیں انجان کہاں ہوتی ہیں زیبی۔۔۔!" ان کی نگاہیں کھڑکی سے باہر بہتی رات پر جمی تھیں۔ "کتنے برس ہو گئے تم لوگوں کو سنبھالتے ہوئے۔ ننھے پودوں سے تناور درخت بننے لگے ہو۔ اب تو بھول ہی گئی ہوں کہ تم لوگوں نے میری کوکھ سے جنم نہیں لیا۔" انہوں نے نظروں کا زاویہ بدل کر زیبی کو دیکھا' جو گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے ان ہی کی طرح رات کے ساتھ بہہ رہی تھی۔

"کتنا کملا گئی ہے۔۔۔" مریم نے سوچا۔

"اس کے باوجود آپ کو لگتا ہے کہ بے جی نے مسئلہ سلجھا دیا ہے؟"

"تمہیں لگتا ہے' مجھے نیہا کی بے چینی نظر نہیں آتی؟"

زیبی نے تیزی سے نظروں کا زاویہ بدل کر انہیں دیکھا۔

"میں اس کے اور سہیل کے جذبوں سے ناواقف نہیں ہوں۔"

"تو پھر۔۔۔ تو پھر۔۔۔ آپ کس طرح یہ سب ہونے دیں گی؟"

وہ کچھ لمحے اسے دیکھتی رہیں۔

"میں یہ سب نہیں ہونے دوں گی؟"

"تو۔۔۔؟" زیبی کچھ نہ سمجھی۔

"لیکن تم اسی دن رخصت ہو گی۔"

"کس کے ساتھ۔۔۔؟" وہ یہ پہیلی اب بھی نہ بوجھ پائی تھی۔

"علی وجدان کے ساتھ۔۔۔" انہوں نے آہستگی سے کہا۔

زیبی ششدر سی رہ گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

تاریک رات کے سرد سینے پر روشنیاں ہی روشنیاں دھڑکتی تھیں۔ سجی سجائی دکانوں کے نیون سائن پلکیں جھپکتے تھے۔۔۔ نیچے ٹریفک کا شور تھا اور بہت سی آوازیں' بے تحاشا روشنیوں نے فلک کے ستاروں کو دھندلا دیا تھا۔ رات بہت سرد تھی۔ اور وہ نجانے کب سے بغیر جرسی' سوئیٹر کے ایک ہلکی سی شال کندھے پر ڈالے بالکونی میں موجود واحد کرسی پر ایستادہ تھا۔ نجانے کتنی سگریٹیں تھیں جو راکھ ہوئی تھیں۔ اس نے نیا سگریٹ نکال کر لبوں میں دبایا' لائٹر جلایا تو نظریں نیلگوں شعلے پر جم سی گئیں۔ پھر بغیر سگریٹ سلگائے لائٹر بند کیا اور سگریٹ لبوں سے نکال کر انگلیوں میں دبا لیا۔

سردی کی شدت اور چائے کی طلب بڑھتی جا رہی تھی۔ مگر اٹھنے اور کچن میں جانے کی خواہش نہ ہوئی تھی۔ اس کے عقب میں سارا فلیٹ تاریکی میں ڈوبا' خاموشی میں جکڑا تھا۔ اس خاموشی میں کبھی کبھی فون کی بیل چیخ اٹھتی تو وہ چونک اٹھتا۔ سارا دن وقفے وقفے سے ہوتی بیل کو اس نے ہر بار نظر انداز ہی کیا تھا۔

سوچوں کے جنگل میں بھاگتے بھاگتے تھکنے لگا تو اس نے پھر سے از سر نو سوچنا شروع کیا کہ کب' کس لمحے اس کے اندر زیبی کی رفاقت کی خواہش نے جنم لیا۔

کس وقت اسے محسوس ہوا کہ اس کی روکھی پھیکی بے رنگ زندگی میں رنگ کوئی لڑکی بھر سکتی ہے تو وہ زیبی ہے۔

اپنی ذات کے ادھورے پن کا احساس صرف زیبی کو دیکھ کر کیوں ہوا؟

محبت کی ننھی سی کونپل کس پل اس کے دل کی بنجر زمین پر لہلہائی تھی۔

کوئی لمحہ اس کی گرفت میں نہ آسکا۔ بس وہ تھی۔۔۔ ہمیشہ سے تھی اور اپنے ہونے کا احساس دلاتی تھی۔

اس نے اس گھر کے سناٹے میں کئی بار اس کی چوڑیوں کی کھنک سنی۔

بارہا اس کی نرم ہنسی اس ذات کے صحرا میں گونجی۔

میرے کانوں میں اس کی سرگوشیاں اب بھی رس گھولتی ہیں۔ مگر۔۔۔ اس کی انگلیوں نے سگریٹ مسل ڈالا۔ "میں نے دیر کر دی۔ مجھ میں اتنی جرات ہی پیدا نہ ہو سکی کہ اس سے اس کو مانگ لوں۔۔۔"

اس نے کھڑے ہو کر کندھوں پر شال درست کی۔ اندر فون پھر سے چیخنے لگا۔

"شاید مانگ ہی لیتا۔ مگر تقدیر کو فیصلہ کرنے کی جلدی تھی۔"

وہ اندر کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے الجھا۔

"نجانے تقدیر کو جلدی تھی یا میں نے دیر کر دی۔"

بیل بند ہو گئی تھی' اس نے روشنی جلائی اور کچن کے بند دروازے کو دیکھا۔ ایک کپ چائے کی طلب شدید ہو گئی تھی۔ اور کوئی نہ تھا جو بنا دیتا۔ اس نے بے دلی سے کچن کا دروازہ کھولا۔ بیل دوبارہ ہونے لگی تو اس نے پلٹ کر اسی بے دلی سے ریسیور اٹھایا۔

"وجدان! تم کہاں ہو صبح سے۔۔۔؟" مریم بے چینی سے پوچھ رہی تھیں۔

"گھر پہ ہی تھا۔"

"تو فون کیوں نہیں سن رہے؟" وہ خاموش ہی رہا۔

"وجدان! تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟" ادھر ادھر کی باتوں کے بعد انہوں نے اچانک پوچھا تھا۔ وہ کچھ حیران ہوا۔ گویا ان کے سوال کا مقصد سمجھ نہ سکا ہو۔

"آپ میری ماں ہیں۔"

"ہاں۔۔۔" وجدان کو لگا' وہ مسکرائی ہیں۔

"ہاں' میں تمہاری ماں ہوں' مگر میں نے آج تک تم سے ماں ہونے کا کوئی حق وصول نہیں کیا۔ میں نے تم سے یہ بھی نہ پوچھا کہ وجدان! تم نے مجھے چھوڑا کیوں؟ حالانکہ میں یہ سوال کرنے کا حق رکھتی تھی۔ تم پر میرا ان پندرہ سالوں کا حق بھی ہے' جس کا ہر دن' ہر رات میں نے تمہاری جدائی میں تڑپتے ہوئے گزاری۔"

وہ دم بخود سن رہا تھا۔

"میں نے تم پر اپنا کوئی حق نہیں جتایا۔ مگر آج۔۔۔" وہ ایک پل کو خاموش ہوئیں۔ "آج میں نے اپنا حق استعمال کر لیا ہے۔ میں نے۔۔۔ میں نے زیبی سے تمہاری شادی طے کر دی ہے۔"

وجدان اب بھی دم بخود تھا۔

☼ ☼ ☼

"میرے گھر کے اندھیروں میں آج روشنی جھلملاتی ہے۔" وہی گھر تھا۔ مگر فضا وہ نہ تھی۔

خاموشی میں گنگناہٹیں تھیں۔

سوکھتے گلابوں کی مہک' کھنکتی چوڑیاں' ریشمی پیراہن کی سرسراہٹیں۔

دبی دبی شرمیلی سرگوشیاں

تنہائیاں آباد ہو گئی تھیں اور وہ بار بار آنکھیں بند کر کے کھولتا۔

"یہ الوژن تو نہیں۔"

وہ بالکونی میں نکل آیا۔ آج سرد رات کے سینے پر لاتعداد ستارے دھڑک کر اپنے وجود کا احساس دلاتے تھے۔ کتنی راتیں اسی بالکونی میں سگریٹ پھونکتے اور چائے کی طلب کو دباتے گزاری تھیں۔ اس نے جیکٹ کی جیب سے سگریٹ نکال کر لبوں میں دبایا اور لائٹر ٹٹولنے لگا۔ عقب میں دروازہ کھلنے کی آواز پر ہاتھ تھم گئے۔ اس کی آمد سے قبل خوشبو کا جھونکا مشام

جاں کو مہکا گیا تھا۔

"اوں... ہونہہ...؟" کسی نے نرمی سے اس کے لبوں سے سگریٹ کھینچ کر باہر اچھالی اور خوشبو اڑاتا چائے کا مگ ہاتھ میں تھما دیا۔

"دعائیں یوں بھی مستجاب ہوتی ہیں۔"

"آپ میرے ساتھ چلیں۔" شادی سے دو دن قبل اس نے مریم سے کہا۔

"ارے یہاں اتنے کام۔"

"وہاں کوئی بھی نہیں ہے اور گھر کا بہت برا حال ہے... مجھے نہیں پتا کیا کچھ کرنا ہے؟"

مریم اس کے ساتھ آکر سارا گھر سجا گئی تھیں۔ زیبی دلہن بن کر اس چھوٹے سے فلیٹ میں آئی تب بھی وہ ساتھ تھیں... تین دن رک کر وہ زیبی کو ساتھ لے کر چلی گئیں۔ وجدان نہیں جا سکا۔ وہ پہلے ہی آفس سے کافی غیر ضروری چھٹیاں کر چکا تھا' اس اہم موقع پر اسے چھٹی نہیں ملی تھی۔

اس نے اپنے خالی ہاتھ کو دیکھا' اور لبوں میں دبی سگریٹ کو محسوس کیا' پھر سگریٹ باہر اچھال کر اندر چلا آیا۔

ہاں وہ نہیں تھی۔ مگر اپنے ہونے کا احساس دلاتی تھی۔ وارڈ روب میں اس کے کپڑے تھے۔ ڈریسنگ ٹیبل پر میک اپ کا سامان۔

زیبی کے جہیز کے سامان نے فلیٹ کی شکل ہی بدل دی تھی۔ بیڈ کے تکیے پر اس کا مقیش جڑا دوپٹہ پڑا تھا۔ نجانے یہ کون سا رنگ تھا۔ وجدان کو اس رنگ کا نام نہیں آتا تھا۔ مگر جانے سے قبل زیبی نے یہی دوپٹہ اوڑھا تھا۔ جلدی میں یہیں بھول گئی۔ دو دن سے یہ یہیں تکیے پر ہی دھرا تھا۔ رات کے پچھلے پہر اس میں سے بھینی بھینی مہک اٹھ کر اس کے وجود کو گھیر لیتی۔

"وجدان! محبت کے اظہار میں کبھی بخل سے کام نہ لینا۔ عورت بہت نازک ہوتی ہے' اور اس کے احساسات اس سے بھی زیادہ نازک' بالکل آبگینے جیسے۔ اسے ہر روز اظہارِ تازہ کی ضرورت ہے... اب تم کہو گے میں غمِ روزگار میں الجھا ہر وقت ڈائیلاگ ہی بولتا رہوں... محض اس کی جذباتی تسکین کی لیے۔ مگر یہ بھی تو سوچو وہ تمہاری تسکین کے لیے کیا کچھ نہیں کرتی... تمہیں تو صرف لفظوں کی مینا کاری کرنا ہے... وہ تو محبت میں اپنا آپ گھول دیتی ہے پھر بھی تمہاری شکر گزار ہوتی ہے۔ صرف تمہارا گھر نہیں بساتی' تمہارے لیے سچی روحانی خوشی کا باعث بنتی ہے۔ اس شوہر کا فائدہ ہی کیا جو بیوی کے لیے ذہنی وجذباتی سہارا نہ بن سکے۔"

مریم کے لہجے میں زندگی کا تلخ تجربہ دکھ بن کر گھل گیا تھا۔ اس کے باوجود وجدان کو لگتا وہ محبت کے اظہار میں بالکل کورا ہے... وہ زیبی کی محبت کو اپنے جذبات کی پوری شدّت کے ساتھ محسوس تو کرتا تھا مگر اس شدّت کو زیبی پر ظاہر نہ کر سکتا تھا۔

"عورت کو صرف دو چیزیں باندھ رکھتی ہیں۔ شوہر کی محبت اور اولاد..."

اس نے بیڈ پر بیٹھ کر فون سیٹ اپنے قریب کیا۔

دوسری طرف زیبی ہی تھی۔

"میں شام سے آپ کے فون کا انتظار کر رہی تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ آج آپ ضرور ہی فون کریں گے۔" وہ بے ساختہ لہجے میں گویا ہوئی۔

وجدان اندر تک سرشار ہو گیا۔

"تو کیا یہ سرشاری اس کی بیوی کا نصیب نہیں ہونی چاہیے۔"

"تم واپس کب آؤ گی؟" وہ کوئی خوبصورت جملہ کہتے کہتے رک سا گیا تھا۔

"جب آپ لینے آئیں گے۔ لیں' امی سے بات کریں۔"

اس نے ریسیور مریم کو تھما دیا۔

"زیبی کو اب بھیج دیں۔" کچھ ادھر ادھر کی باتوں کے بعد اس نے کہا تھا۔

"کیوں...؟"

"دل نہیں لگتا..." اس نے کہنا چاہا مگر کہا تو یہ...

"بہت دن ہو گئے ہیں۔"

"ارے بھئی' پرسوں ہی تو آئی ہے۔"

"اچھا...!" وہ شرمندہ ہو گیا۔

"ایسا کرو، ویک اینڈ پر آجاؤ۔ ویک اینڈ ہمارے ساتھ گزارو۔ پھر زیبی کو لے کر چلے جانا۔"

"آپ نہیں آئیں گی۔"

"وجدان بیٹا! مجھے یہیں رہنے دو۔"

وہ حسبِ عادت اصرار نہ کر سکا حالانکہ اس کا دل چاہتا تھا۔ مریم اب ان کے ساتھ رہیں۔

"اُفوہ! یہ گھر کا کیا حشر بنا رکھا ہے۔ ملازمہ نہیں آئی تھی۔"

یہ پہلا جملہ تھا جو گھر میں داخل ہو کر زیبی کے منہ سے نکلا تھا۔

"آئی تو تھی۔" وجدان نے قدرے حیرت سے اِدھر اُدھر دیکھا۔ اسے تو سب ٹھیک ٹھاک ہی لگ رہا تھا، جب کہ زیبی تنقیدی نظروں سے فرنیچر کا جائزہ لے رہی تھی۔ تب ہی نظر بیڈ پر ٹک گئی۔

"ایک دوپٹہ تک وہ وارڈ روب میں نہ رکھ سکی... اتنے دِنوں سے یہیں پڑا ہے۔"

"یہ دوپٹہ تو..." وہ کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔

"میں کچھ کھانے کے لیے لاتا ہوں..."

"کچن میں کچھ نہیں ہے؟"

"کچن میں... وجدان نے سوچا۔ "ہو گا مگر رات میں بنا لینا، ابھی بازار سے لے کر آتا ہوں۔"

زیبی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ بوتیک کے اورنج ایمرائیڈری والے بلیو سوٹ میں، ہلکا سا سونے کا سیٹ اور دائیں کلائی میں کنگن پہنے وہ سیدھی دل میں اتر رہی تھی۔

"یہ رنگ اس پر کچھ زیادہ ہی جچتا ہے۔"

حسبِ عادت اس نے دل میں سوچا۔

(یہ جملہ میرا حق تھا وجدان صاحب! جسے آپ لبوں میں دبا کر چلے گئے ہیں)

وہ اس کی نظروں کی تپش محسوس کر گئی تھی۔

وہ نان، کباب، چکن پیس، رائتے اور سلاد کے ساتھ لے کر لوٹا تو وہ بیڈ شیٹ بدل چکی تھی۔ وہ دوپٹہ بھی غائب تھا اور اس کی اب ضرورت بھی نہ تھی۔

ڈائننگ ٹیبل پر پلیٹیں، چمچ، پانی وغیرہ سب موجود تھا۔ کھانا کھاتے ہوئے دونوں خاموش تھے... وجدان اس کے ساتھ، اس کی موجودگی کو محسوس کر رہا تھا۔ جب کہ وہ منتظر تھی۔ آخر وہ خود تو کچھ پوچھے... کچھ بتائے، یہاں تک کہ کھانا ختم ہو گیا۔ زیبی نے برتن وغیرہ سمیٹے، فریج میں ملک پیک دیکھ چکی تھی۔ چائے بنا کر لائی تو وہ بیڈ پر نیم دراز تھا۔ ٹی وی ہلکی آواز میں چل رہا تھا۔

"آپ نے امی کو آنے کے لیے ذرا بھی اصرار نہیں کیا۔" چائے کا مگ وجدان کو تھما کر وہ قریب ہی بیٹھ گئی۔

"میں نے کہا تو تھا۔"

"لیکن اصرار نہیں کیا تھا۔"

وہ کچھ بھی نہیں بولا۔ تو زیبی خاموشی سے چائے پینے لگی۔

"آپ اپنے رشتے داروں سے بالکل بھی نہیں ملتے۔"

"کیوں...؟" وہ اس کے اچانک سوال پر چونکا۔

"یونہی پوچھ رہی ہوں۔"

"بس کبھی کبھار..."

"آپ کے ہمسائے..." اس کی زیبی کی گفتگو اب تیزی سے اردگرد کے لوگوں کے گرد گھومنے لگی تو وہ کوفت کا شکار ہونے لگا۔

"میں سامنے بیٹھا ہوں، یہ میرے متعلق بات کیوں نہیں کرتی۔"

(وہ بھی تمہارے سامنے بیٹھی ہے۔ تم اس کے متعلق بات کیوں نہیں کرتے؟)

"تم نے وہ بلیو سوٹ کیوں بدل ڈالا..." وہ سادہ پنک سوٹ اور سفید جرسی میں ملبوس تھی۔

"کیوں...؟" زیبی کی آنکھیں مسکرائیں۔

"یونہی پوچھ رہا تھا۔"

"یہ بات نہیں ہے وجدان صاحب!" وہ کپ رکھ کر مکمل طور پر اس کی طرف گھوم گئی۔ "دراصل وہ کلر مجھ پر سوٹ بہت کرتا ہے۔"

"تم سے کس نے کہا؟"

"کسی کی نگاہوں نے..."

(وہ بہت کم گو ہے، اُسے جذبوں کے اظہار کا سلیقہ بھی نہیں... ہو سکتا ہے پہل تمہیں ہی کرنا پڑے)

٭ ٭ ٭

سامنے کھڑی اکہرے بدن کی لمبی سانولی عورت اور اس کے ساتھ تقریباً اسی کے خدوخال، مگر بڑی بڑی روشن آنکھوں والی لڑکی۔ دونوں کی صورتیں زیبی کے لیے اجنبی تھیں۔ وہ انہیں اندر لے آئی کہ پچھلے کچھ دنوں سے دیگر فلیٹس کی مکین اکثر خواتین اس سے ملنے چلی آتی تھیں۔ بلکہ چند ایک کے ساتھ اس کی اچھی خاصی انڈر اسٹینڈنگ بھی ہو گئی تھی۔ مگر ان خواتین کے انداز و اطوار قدرے مختلف تھے۔ انہوں نے خاصی ناقدانہ نظروں سے سجی سنوری زیبی کا اور پھر کمرے میں پڑے سامان کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔

"تمہارے جہیز کا ہے؟" عورت نے پوچھا تھا۔

"ظاہر ہے..." زیبی کو ان کے انداز سے کوفت ہوئی تھی۔

"تم مریم کی بھتیجی ہو؟"

"جی... مگر آپ یہ تفصیل بیٹھ کر پوچھ سکتی ہیں۔"

"میں وجدان کی چچی ہوں۔"

"اوہ...!" اب کے زیبی نے ان کا خاصا تفصیلی جائزہ لیا۔ جس پر انہوں نے خاصی بے چینی سے پہلو بدلا۔ "میں تو بہت دِنوں سے آپ کی منتظر تھی۔"

"کیوں...؟" انہوں نے تیوری چڑھائی۔

"یونہی ملنے کو جی چاہتا تھا۔ یہ آپ کی بیٹی ہیں۔"

"ہاں، اور وجدان کی منگیتر طیبہ..." انہوں نے دھڑلے سے تعارف کروایا۔

"سابقہ..." زیبی نے مسکراہٹ دبائی۔

"ہاں..." طیبہ نے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا۔ "ویسے سنا ہے تمہاری بھی منگنی ٹوٹ چکی ہے۔" زیبی ان کی معلومات پر اش اش کر اٹھی۔

"ٹھیک سنا آپ نے۔"

"کیوں...؟" سوال طیبہ نے کیا تھا۔

"آپ کی کیوں ٹوٹی تھی؟" زیبی نے جواباً سوال تو کیا مگر جواب کا انتظار کرنے کے بجائے اک ادا سے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ "دراصل وجدان مجھ پر مرمٹے تھے۔"

کلائی میں کنگن کھنکھناتے ہوئے زیبی نے اطمینان سے ان کے تن بدن میں آگ لگائی۔

"یہ تمہارے جہیز کے ہیں؟" چچی کا اشارہ خوبصورت بھاری کنگنوں کی طرف تھا۔

"نہیں، وجدان نے رونمائی میں دیے تھے۔" اس نے دھڑلے سے جھوٹ بولا۔

جتنی دیر وہ موجود رہیں۔ زیبی کی وجدان، وجدان کی رٹ کم نہ ہوئی تھی۔ وہ خاصی بددل ہو کر گئیں۔

"یہ لڑکی خاصی تیز ہے۔" یہ ان کی حتمی رائے تھی۔

رات کو اس نے وجدان کو ان کی آمد کی بابت بتایا۔

"میں نے انہیں اچھی سی چائے پلائی۔ کھانے کے لیے روکا۔ مگر وہ رکیں نہیں۔"

"ان کے ساتھ زیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" وجدان نے کہا۔

"کیوں...؟"

"میں کہہ رہا ہوں اس لیے۔" وجدان کا لہجہ سپاٹ تھا۔

وہ "ایز یو وش۔" کہہ کر خاموش ہو گئی۔ اگلی ملاقات وجدان کی دونوں پھوپھیوں کے ساتھ ہوئی۔ غالباً چچی سے پوری رپورٹ لے کر آئی تھیں۔ آتے ہی واری صدقے جانے لگیں۔ زیبی کو وجدان کی بڑی پھوپھی زیادہ خطرناک لگی تھیں۔ وہ پورے گھر میں آزادانہ گھومتی رہی تھیں۔ زیبی کو مفت مشورے بھی دیے تھے۔ ان کے ساتھ ان کا جواں سال بیٹا عمر بھی تھا۔ جو زیبی سے خوامخواہ فری ہونے کی کوشش کرتا رہا تھا۔

٭ ٭ ٭

زیبی کبھی کبھی عجیب الجھن میں مبتلا ہو جاتی۔ شب

کی تنہائیوں میں اپنی گرم جوش محبت کی شدتیں ظاہر کرنے کے بعد صبح اسے وہی گم صم' خاموش طبع شخص ملتا تھا۔ جس کی پسند ناپسند کا اندازہ صرف غور کرنے سے ہی ہوتا تھا۔

کھانا اچھا ہے یا برا۔ اس کا اندازہ صرف خالی ہوتی پلیٹ سے ہوتا تھا۔

کوئی لباس اس پر کتنا اٹھا ہے صرف اس کی ٹھٹکتی نگاہ بتاتی تھی۔

"وجدان! آپ کو چاندنی راتیں اچھی لگتی ہیں؟"

"ہاں....!"

"پھول....؟"

"ہاں....."

"بچے...."

"ہاں...."

وہ ہاں ہاں کی گردان سے جھنجلا جاتی' اس کے سر کے نیچے سے تکیہ کھینچ لیتی۔

"آپ باتیں کیوں نہیں کرتے ہیں؟"

"تم کرو' میں سن تو رہا ہوں۔" وہ مسکراتا۔

"میں آپ کو سننا چاہتی ہوں۔" وہ سوچنے لگتا کیا بات کرے۔ زیبی از سر نو جھنجلاتی۔

"اس کی ذات کی کھڑکیاں کب کھلیں گی؟"

"کتنی دیر سے بیل دے رہا ہوں۔" اس شام عمر چلا آیا۔ وہ گھر میں اکیلی تھی۔ اس لیے دروازے پر ہاتھ رکھ کر اسے اندر آنے سے روکا۔

"میں مصروف تھی۔"

"تھوڑا وقت ہم غریبوں کے لیے بھی نکال لیا کریں محترمہ!" وہ شوخ ہوا۔ محترمہ کی تیوری چڑھ گئی۔

"تم مجھے باجی.... آپی.... کچھ بھی کہہ سکتے ہو۔"

"اگر نہ کہوں تو....؟"

زیبی نے جواب دینے کے بجائے انتہائی سخت نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ اس کے تیور دیکھ کر عمر کو سنبھلنا پڑا۔

"امی نے گاجر کا حلوہ بھیجا ہے۔"

"شکریہ...." ڈونگا ہاتھ میں لے کر اس نے کھڑاک سے دروازہ بند کر دیا۔

"اس عزت افزائی کے بعد فری ہونے کی کوشش نہیں کرے گا۔" ڈونگا کچن میں رکھتے ہوئے زیبی نے اطمینان سے سوچا تھا۔

✲ ✲ ✲

"ارے تمہیں ضرورت کیا ہے ان لوگوں کو منہ لگانے کی۔ اور وہ تمہارے گھر میں لینے کیا آتی ہیں۔" بے جی کو تو سنتے ہی تاؤ آگیا تھا۔ وہ کل ہی وجدان کے ساتھ آئی تھی۔ آج شام اس کے ساتھ ہی لوٹ جانا تھا۔

"اور خبردار جو ان کی لائی کوئی بھی چیز کھائی ہو۔ جادوگرنیاں ہیں ساری کی ساری۔ نجانے کیا کیا کچھ پڑھ کر پھونکا ہوگا۔ اس گاجر کے حلوہ کو باہر پھکوا دینا تھا۔"

"وہ...." زیبی کو یاد آیا' ان دونوں نے شام کی چائے کے ساتھ خاصے مزے سے نوش جاں کیا تھا۔

"وہ تو میں نے ہمسائی کے ہاں بھجوا دیا تھا۔"

"گویا سب جادو ٹونا اس کو ٹرانسفر کر دیا۔ حد کرتی ہو آپی!" فیصل نے افسوس کیا۔

جب سے وہ آئی تھی سب اسے اسی طرح گھیرے بیٹھے تھے۔

"تم سناؤ' سہیل کا کیا حال ہے؟" اس نے موقع پا کر نبھا سے پوچھا۔ جو اس کے جانے کے بعد سے بے جی کے اچھے خاصے عتاب کا نشانہ بنتی تھی۔ ہر بات' ہر کام میں اسی کی مثالیں۔

"کب آ رہی ہیں پھپھو تمہارے لیے؟"

"اللہ بہتر جانتا ہے' ابھی تو وہ اینٹھی بیٹھی ہیں کہ میری بے عزتی کی گئی ہے۔ میں نے ایسے کڑے وقت میں ساتھ دینا چاہا تھا۔ امی سے بھی ناراض ہیں۔"

"اوہ.... یہ تو اچھا نہیں ہوا۔"

"سہیل کہتے ہیں وقتی غصہ ہے' وہ انہیں منا لیں گے.... اچھا تم زیادہ دنوں کے لیے کیوں نہیں آئی ہو؟"

ابو اسے خوش دیکھ کر خود بھی مطمئن ہو گئے تھے۔ ورنہ انہیں وجدان کی طرف سے بہت خدشے تھے۔

"وہ تمہیں کیسا لگا؟" مریم نے سوال کیا۔

"بالکل آپ جیسا۔" زیبی نے ان کے کندھے پر سر رکھا۔ "اپنے سارے احساسات سارے جذبات سینت سینت کر چھپا چھپا کر رکھنے والا۔"

"زیبی! وہ تمہیں خوش نہیں رکھتا۔" وہ خدشوں کا شکار ہوئیں۔

"آپ کو کیا لگتا ہے۔" زیبی نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔ تو وہ اس کی آنکھوں میں سچی خوشی کا عکس دیکھ کر مسکرا دیں۔

"تم خوش ہو...؟"

"یہ بات اپنے بیٹے سے بھی تو پوچھیں۔" وجدان کو آتا دیکھ کر وہ مائل بہ شرارت ہوئی۔

"میرا بیٹا زبان سے کچھ کہے نہ کہے۔ اس کا چہرہ اور آنکھیں بولتی ہیں۔ اب تم بھی یہ زبان سمجھنے کی عادت ڈال لو۔" انہوں نے زیبی کا سر دھکیلا۔

"اور کیا کیا سکھانے کا ارادہ ہے؟" وہ اس کے سامنے بیٹھا۔

"پہلے ہی اتنا مشکل کام اپنے سر لے لیا ہے کہ اگلے کے بارے میں سوچا ہی نہیں۔"

"لیکن اب چلنے کے بارے میں ضرور سوچو۔"

مریم کو محسوس ہوا' زیبی کی رفاقت ان کے بیٹے کو بدلنے لگی ہے۔ زیبی بہت خوبصورت دن گزار کر لوٹتے ہوئے اداس تھی۔ ابھی تو جی بھر کر باتیں بھی نہ ہوئی تھیں۔

"وجدان کے ساتھ شئیر کیا کرو۔ اس کے اندر بہت پیاس ہے۔ اسے تمہاری توجہ اور محبت کی ضرورت ہے۔" مریم نے نصیحت کی تھی۔ ادھر بے رخی نے اچھا خاصا لیکچر پلایا تھا۔

"خبردار' ڈر کے مت رہنا۔ وجدان کو اچھی طرح قابو کرو۔ یہ چلتر عورتیں' ان کا جادو نہ چلنے دینا۔ شوہر کے ساتھ میٹھی میٹھی باتیں کیا کرو۔"

زیبی کو ہنسی آگئی۔

"جی ضرور کروں گی... میٹھی میٹھی باتیں۔"

☼ ☼ ☼

اس دن عمر اور طیبہ چلے آئے۔ زیبی کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اس کی تمام تر بے اعتنائی کے باوجود یہ لوگ کیوں بار بار اس کے گھر چلے آتے ہیں۔ یہی بات اس نے وجدان سے بھی پوچھی تھی۔ وہ اطمینان سے گویا ہوا۔

"تو تم منع کر دو۔"

"منع اور کیسے کرتے ہیں۔ میری تمام تر بے رخی اور رکھائی بھی اگر ان کی سمجھ میں نہیں آتی' تو معاف کیجیے گا۔ میں یہی کہتی ہوں کہ آپ کے رشتے دار انتہائی ڈھیٹ لوگ ہیں۔"

"تم انہیں پسند نہیں کرتیں؟"

"مجھے امی کے ساتھ ہونے والی زیادتیاں یاد آجاتی ہیں۔ میں نے دیکھا ہے زندگی جینے کے لیے وہ لمحہ لمحہ مری ہیں۔ میں نہیں چاہتی' ایسا ہی کوئی کھیل یہ لوگ میرے ساتھ بھی کھیلیں۔"

وجدان کو افسوس سا ہوا' یہ لوگ مجھے ہمیشہ میرے باپ کے رویّے کے تناظر میں ہی دیکھیں گے۔ طیبہ زیادہ بات نہیں کرتی تھی۔ مگر اسے وجدان کے ارد گرد رہنے کا خاصا شوق تھا اور وجدان کا یہ حال تھا کہ رسمی سلام دعا کے بعد بیڈ روم میں چلا جاتا۔

"لاؤ' میں دے آتی ہوں۔" اس نے وجدان کے کہنے پر کافی بنائی تھی۔ جب طیبہ نے اس کے ہاتھ سے مگ تھامنا چاہا۔ زیبی نے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا۔

"وجدان کو کسی دوسرے کا یوں بیڈ روم میں گھسنا بالکل پسند نہیں۔" طیبہ کھسیانی سی ہو گئی بس اتنا ہی کہہ سکی۔

"تم خاصی روڈ ہو۔"

"میں مریم نہیں ہوں نا!" زیبی نے سادگی سے جواب دیا۔

"ہر بات میں ان کا ذکر کیوں کرتی ہو... جو کچھ ہوا' اس میں ہمارا کیا قصور؟"

زیبی بھی اس کے ساتھ روڈ ہونا نہیں چاہتی تھی۔ مگر وجدان کی پھپھی نے نجانے کس جلاپے میں اسے متنبہ کیا تھا کہ طیبہ اور اس کی ماں تمہیں بخشیں گی نہیں۔ وہ وجدان کی یوں خاموشی سے شادی کو آسانی سے معاف نہیں کریں گی۔ وجدان پر بہت عرصے سے نظر تھی ان کی۔ شاید وہ اپنی بیٹیاں بیاہ چکی تھیں۔ اس لیے اب صرف تماشا دیکھنے والوں میں سے تھیں۔

"ہم آپ سے ملنے آتے ہیں اور آپ ہیں کہ ہاتھ ہی نہیں آتیں۔" لاؤنج میں ٹی وی دیکھتا عمر بور ہو گیا تھا۔ زیبی کو اس کا لہجہ و انداز دونوں ہی برے لگتے تھے۔ وہ بنا جواب دیے اندر چلی گئی۔

"یہ لوگ ابھی گئے نہیں...؟" وجدان کوئی فائل کھولے بیٹھا تھا۔

"پتا نہیں کیوں بیٹھے ہیں..." اس نے بیزاری سے کہا۔ تب ہی عمر نے اندر جھانکا۔ اور زیبی کی طرف دیکھ کر معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

"آپ سے کوئی ملنے آیا ہے۔"

وہ کچھ حیران ہوتی باہر آئی اور سہیل کو دیکھ کر کسی بہت ہی اپنے سے ملنے کی خوشی اس کے وجود و لہجہ پر غالب آئی تھی۔ وجدان بھی بے حد خوش دلی سے ملا۔ وہ آفس کے کسی کام کے سلسلے میں آیا تھا۔ تین چار دن یہیں رکنا تھا۔

"ہوٹل میں ہرگز نہیں..." زیبی نے وجدان کو دیکھا تو اس نے بھی اصرار کیا۔

"روز ملنے آجاؤں گا' مگر رہائش آفس ہی کی طرف سے ہے۔"

سہیل نے سہولت سے منع کیا۔ بے جی نے سختی سے تاکید کی تھی' گھر میں نہیں رہنا۔ عمر اور طیبہ نے معنی خیزی سے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

☼ ☼ ☼

"بڑی چلتر ہے' یہ کبھی وجدان کا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔" عمر کے پیچھے بائیک پر بیٹھتے ہوئے طیبہ نے دانت پیسے۔

"تو تم چھوڑ دو وجدان کا پیچھا۔ آخر اس چیپ شاہ میں رکھا کیا ہے۔ اور اس بات کی بھی کیا گارنٹی ہے کہ بعد میں وجدان مان جائے گا؟"

"یہ جان تو چھوڑے۔ وجدان کو منانا میرا کام ہے۔"

"جیسے پہلے منا لیا تھا۔" عمر نے مذاق اڑایا۔

"یہ دل کے معاملے ہیں' تم کیا جانو!" طیبہ نے ٹھنڈی سانس بھری۔

"اتنی ٹھنڈی آہیں مت بھرو' اک کام کا بیڑا اٹھایا ہے تو پورا بھی کروں گا۔ کیا حرج ہے اگر ماضی ایک بار پھر اپنا آپ دہرائے' آخر وہ بھی تو اسی شخص کا بیٹا ہے' جس نے بنا تصدیق کیے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی۔"

"تمہیں تو وہ گھاس بھی نہیں ڈالتی۔"

"گھاس تو خیر تمہیں وجدان صاحب بھی نہیں ڈالتے۔" اس نے قہقہہ لگایا۔ "لیکن اب منظر پر وہ ڈیشنگ کزن صاحب بھی تو ظاہر ہو گئے ہیں۔ کچھ نہ کچھ تو ہو کر رہے گا۔"

طیبہ کو بھی کچھ نہ کچھ امید بندھ گئی۔

جب اگلی شام ہی چچی وارد ہو گئیں تو زیبی کا جی چاہا سر پیٹ لے۔

"بازار جا رہی تھی۔ سوچا تم سے پوچھتی جاؤں' آخر اجنبی شہر ہے۔"

کتنے خوش گوار موڈ میں وہ لوگ بالکونی میں شام کی چائے پینے بیٹھے تھے۔ زیبی نے وجدان کے فیورٹ کھیرے اور ٹماٹر کے سینڈوچز بنائے تھے' اور اسی بات پر بحث کر رہی تھی کہ بغیر چکن کے محض سبزی کے سینڈوچ بھی کوئی کھانے والی چیز ہیں۔

"تو تم مت لو..." پلیٹ اپنے سامنے کھینچ کر وجدان نے گویا جھگڑا مکایا۔ مگر چچی کی آمد نے سارا موڈ خراب کر دیا تھا۔

"دو ماہ تو ہو گئے مجھے یہاں آئے ہوئے۔ اب یہ شہر اتنا بھی اجنبی نہیں رہا۔ یوں بھی وجدان ساتھ لے جاتے ہیں۔ آپ کے لیے چائے بناؤں۔"

"ہاں بنادو۔۔۔ دو ماہ سے یاد آیا۔ تم نے ابھی تک ہماری دعوت قبول نہیں کی۔ کبھی بہو کو لے کر ہمارے یہاں بھی تو آؤ۔ آخر ہمارا بھی تو کچھ حق ہے۔۔۔ بچے تو زیبی کو بہت ہی پسند کرتے ہیں۔"

"دعوت کی ضرورت نہیں ہے۔ یونہی کسی دن چکر لگالیں گے۔" وجدان نے ٹال کر کپ اٹھایا اور اندر چلا گیا۔ زیبی نے چائے چچی کی طرف بڑھادی۔

"سنا ہے، تمہارا کوئی کزن آیا ہے۔" وہ جلد ہی مطلوبہ موضوع کی طرف آگئیں؟

"جی۔۔۔ ٹھیک سنا ہے۔"

"یہیں رہے گا؟"

"ہوٹل میں۔"

"کیوں جب بہن کا گھر موجود ہے تو ہوٹل میں کیوں رہے گا؟" انہوں نے محبت آمیز لہجے میں کہا تو زیبی نے انہیں غور سے دیکھا۔

"کیونکہ وہ میرا بھائی نہیں ہے۔"

☼ ☼ ☼

وہ سہیل کو رات کے کھانے پر بلانا چاہ رہی تھی۔ وجدان سے ذکر کیا تو کہنے لگا۔

"بلالو اس میں سوچنے یا پوچھنے کی کیا بات ہے؟"

وہ ابھی سوچ ہی رہی تھی کہ سہیل شام سے ذرا پہلے چلا آیا۔ امی نے اس کے اور وجدان کے لیے کچھ چیزیں بھجوائی تھیں۔ وہی دینے آیا تھا۔ زیبی نے دعوت کا ذکر کیا۔

"میں تو آج ہی واپس جارہا ہوں۔ وجدان نہیں آئے ابھی تک؟"

"آنے والے ہی ہوں گے۔ تم بیٹھو تو۔۔۔ اس دن بھی اتنی جلدی واپس چلے گئے ڈھنگ سے بات ہی نہ ہو سکی۔"

"بس فرصت نہ مل سکی۔ تین دن تھے اور کام بہت زیادہ۔"

زیبی نے چائے بنائی۔ صد شکر گھر میں فروٹ کیک موجود تھا۔

"سہیل بھائی! ذرا فون تو سن لیں۔۔۔" سہیل کی آواز پر زیبی نے کہا تھا۔ چائے لے کر گئی تو ریسیور سہیل نے اس کی طرف بڑھادیا۔ طیبہ تھی، وہ اچھی خاصی بے زار ہوئی۔

"اوہو تو یہ عیش ہیں۔"

"اس بکواس کا مقصد۔۔۔" وہ تقریباً غرائی۔

"کچھ نہیں۔۔۔" وہ چٹخارہ لے کر ہنسی۔ "ہم لوگ آؤٹنگ کے لیے جارہے تھے۔ عمر کہنے لگا، تم سے بھی پوچھ لیں۔ آخر ہم غیر تو نہیں ہیں۔"

"میں آؤٹنگ کے لیے صرف وجدان کے ساتھ جاتی ہوں۔"

"اچھا۔۔۔! غالباً اس وقت وجدان تو گھر پر نہیں ہوں گے۔"

"یقیناً۔۔۔" اس نے لائن کاٹ دی۔

"کیا ہوا۔۔۔؟" سہیل نے زیبی کے تپے تپے چہرے کو دیکھا۔

"کچھ نہیں۔۔۔" اس نے ذہن سے طیبہ کے طنزیہ واستہزائیہ لہجے کو جھٹکنے کی سعی کی۔

"وجدان ہر روز اتنی ہی دیر سے آتا ہے۔۔۔ میرا خیال تھا، وہ گھر پہ ہوگا۔"

"نہیں، آج ہی۔۔۔ میں پتا کرتی ہوں۔ آپ چائے لیں۔۔۔" اس نے وجدان کا موبائل نمبر ٹرائی کیا۔

"آج تھوڑا بزی ہوں لیٹ آؤں گا۔"

زیبی نے اسے سہیل کی آج ہی واپسی کے بارے میں بتایا۔

"اوہ۔۔۔ میں تو سوچ رہا تھا، امی کے لیے شاپنگ کریں گے۔" رات ہی انہوں نے یہ پروگرام ڈسکس کیا تھا۔ "تم ایسا کرو، سہیل کے ساتھ چلی جاؤ۔ پیسے تو ہیں تمہارے پاس۔۔۔ امی کی چوائس کا بھی تمہیں پتا ہی ہے۔" وہ ساری تنخواہ اسی کو تو دیتا تھا۔ شاید جلدی میں تھا اس لیے فوراً پروگرام بنا کر لائن کاٹ دی۔

"چھوڑو زیبی! کیا تکلف۔۔۔" سہیل نے سن کر کہا۔

"نہیں، وجدان مائنڈ کریں گے، پہلی بار تو انہیں ماں کے لیے کچھ لینے کا خیال آیا ہے۔" وہ مسکرائی۔

"پھر میں تمہیں واپس چھوڑنے نہیں آؤں گا، بلکہ وہیں سے نکل جاؤں گا۔۔۔ کیونکہ میں آل ریڈی لیٹ ہو رہا ہوں۔"

"فکر نہ کریں، مجھے رستوں سے آگاہی ہے۔" وہ کھڑی ہوگئی، پھر یاد آنے پر پوچھنے لگی۔ "پھپھو کا غصہ ٹھنڈا ہوا؟"

"ماں کا غصہ بھی کوئی غصہ ہوتا ہے۔۔۔ ذرا مناسب وقت تو آنے دیں۔"

سہیل کی عجلت کے پیش نظر اس نے شاپنگ میں زیادہ وقت نہیں لیا تھا۔ سو وہ جلد ہی فارغ ہوگئے۔ سہیل نے اسے ٹیکسی کروادی تھی۔

"سب کہہ رہے تھے کہ اب کچھ دن رہنے آنا۔"

"ہاں، اب میں جب بھی آؤں گی، ہفتہ دس دن رہنے ہی آؤں گی۔" اس نے تسلی دی۔ پھر خدا حافظ کہہ کر ٹیکسی والے کو چلنے کا اشارہ کیا۔ فلیٹ کے دروازے تک گھر والوں کے متعلق سوچتے ہوئے وہ خاصے خوش گوار احساسات کا شکار تھی۔ یہ سارے احساسات طیبہ، عمر اور چچی کو دیکھ کر اڑنچھو ہوگئے۔

"یہ لوگ کیوں میرے سر پر مسلط ہوگئے ہیں۔"

اس نے ہزاروں بار کی سوچی بات پھر سے سوچی۔ وجدان آگیا تھا اور مروتاً ان کے درمیان موجود تھا۔

"السلام علیکم۔"

"بھئی عجیب ہی دستور ہے۔۔۔ مہمان گھر میں موجود، شوہر دفتر سے تھکا ہارا گھر آیا اور گھر والی گھر سے غائب۔۔۔ بھئی زیبی بیٹا! یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔۔۔" چچی نے ناک کروار کیا۔ زیبی نے وجدان کو دیکھا۔ وہ لوگ ابھی ابھی آئے تھے۔ وجدان سے شاید زیادہ بات نہ ہوئی تھی۔ وجدان کو لگا وہاں مریم کھڑی ہے۔

"نہیں میں تو۔۔۔ میں تو۔۔۔"

لیکن وہاں مریم نہیں تھی۔

"میں اپنی ذمہ داریاں آپ سے بہتر سمجھتی ہوں۔"

کچن میں آکر پانی کا گلاس پیتے ہوئے زیبی نے اپنا غصہ ٹھنڈا کرنے کی سعی کی۔ باہر سے مختلف آوازیں آرہی تھیں۔

بیوٹی بکس کا تیار کردہ

سوہنی ہیئر آئل

★ گرتے ہوئے بالوں کو روکتا ہے،
★ نئے بال اگاتا ہے
★ بالوں کو مضبوط اور چمکدار بناتا ہے
★ مردوں عورتوں اور بچوں کے لیے یکساں مفید
★ ہر موسم میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔

"سوہنی ہیئر آئل" 12 جڑی بوٹیوں کا مرکب ہے اور اس کی تیاری کے مراحل بہت مشکل ہیں لہذا یہ تھوڑی مقدار میں تیار ہوتا ہے یہ بازار میں یا کسی دوسرے شہر میں دستیاب نہیں کراچی میں دستی خریدا جاسکتا ہے ایک شیشی کی قیمت صرف -/60 روپے ہے دوسرے شہر والے منی آرڈر بھیج کر رجسٹرڈ پارسل سے منگوائیں رجسٹری سے منگوانے والے منی آرڈر اس حساب سے بھجوائیں

قیمت -/60 روپے

ایک شیشی کے لیے ___ -/80 روپے
2 شیشیوں کے لیے ___ -/140 روپے
3 شیشیوں کے لیے ___ -/210 روپے

نوٹ! اس میں ڈاک خرچ اور پیکنگ چارجز شامل ہیں
منی آرڈر بھیجنے کے لیے ہمارا پتا:

بیوٹی بکس 53 اورنگزیب مارکیٹ سیکنڈ فلور ایم اے جناح روڈ کراچی

دستی خریدنے والے حضرات سوہنی ہیئر آئل ان جگہوں سے حاصل کریں
• بیوٹی بکس 53 اورنگزیب مارکیٹ سیکنڈ فلور ایم اے جناح روڈ، کراچی
• مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37 اردو بازار کراچی فون نمبر 7735021

"ہم ذرا سا بات کریں تو پارہ چڑھ جاتا ہے اور یہاں۔۔۔۔ ہمارے ساتھ تو آؤٹنگ پر جانا بھی گوارا نہیں۔ میں وجدان کے ساتھ ہی جاتی ہوں اور ڈیر کزن کے ساتھ۔۔۔۔"

"ارے ہم تو وجدان کے بزرگ ہیں' کوئی غیر نہیں' کچھ غلط دیکھیں گے تو ٹوکیں گے بھی۔ اب یہ کون سی شرافت ہے کہ میاں گھر میں موجود نہیں اور یہ شام ڈھلے اپنے کزن کے ساتھ۔۔۔۔"

"یہ اتنے سارے شاپنگ بیگز دیکھے تھے ہم نے خود ان کے ہاتھوں میں۔۔۔ اب سارا سامان نجانے کہاں۔۔۔"

"بات سنیں آپ لوگ میری۔۔۔" زیبی تیر کی طرح باہر نکلی۔ "میں کہاں جاتی ہوں۔ کس کے ساتھ جاتی ہوں۔۔۔ مجھ سے ملنے کون آتا ہے؟ یہ میرا اور میرے میاں کا معاملہ ہے۔ دوسروں کے گھروں کی ٹوہ لینے کے بجائے اپنے گریبان میں جھانکیں' میری نگرانی کرنے کے بجائے اپنی بیٹی کو سنبھالیں۔۔۔ جسے اتنی حیا نہیں ہے کہ شادی شدہ مرد۔۔۔۔"

"ارے۔۔۔ ہم کیا تمہیں جانتے نہیں ہیں۔ تمہارا تو خاندان۔۔۔۔"

"میرا نہیں۔۔۔ ذلیل اور گھٹیا خاندان آپ کا ہے۔ جو کسی کو ہنستے بستے نہیں دیکھ سکتا۔ دوسروں کو اجاڑنے میں تو کمال رکھتے ہیں آپ لوگ۔ لیکن کسی غلط فہمی میں مت رہنا۔ میں مریم نہیں زیبی ہوں۔ غلط بات کرنے والوں کا منہ توڑ دیتی ہوں۔"

زیبی نے سارا اگلا پچھلا غصہ نکالا تھا۔ بڑے زوروں کا معرکہ ہوا۔ لیکن چچی اینڈ کمپنی کو میدان چھوڑنا پڑا۔۔۔ وجدان ہکا بکا زیبی کی زبان کے جوہر دیکھتا رہا۔۔۔ خود زیبی کو یہ احساس کبھی نہ ہوا تھا کہ وہ یوں دوسروں کے چھکے بھی چھڑا سکتی ہے۔ لیکن اگر وہ حق پر تھی تو ڈرتی کس لیے۔۔۔ اگر وہ سچی تھی تو جھوٹ سے گھبراتی کیوں؟

وہ لال بھبھوکا چہرہ لیے بیڈ روم میں جا گھسی اور دروازہ لاک کر لیا۔ جانے سے قبل اس نے جن نظروں سے وجدان کو دیکھا تھا۔ ان کا مفہوم وہ نہیں سمجھ سکا تھا۔

☼ ☼ ☼

وہ کب سے بالکونی میں کھڑی تھی۔ وجدان نے عقب سے جا کر بازو اس کی کمر میں ڈالا تو اس نے بہت سختی سے جھٹکا تھا۔ وہ گھوم کر سامنے آیا اور ریلنگ کے ساتھ ٹیک لگا کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ دونوں ہاتھ سیاہ شال کے اندر سینے پر لپیٹے منجمد سی کھڑی تھی۔ پھر جھنجھلا کر وجدان کو بازو سے کھینچا۔

"ریلنگ ہلتی ہے اور ہم دوسری منزل پر ہیں۔"

"تم ناراض کس بات پر ہو؟"

"کسی بات پر نہیں۔" سپاٹ لہجہ' منجمد چہرہ۔ نظریں رات کے سینے پر بہتی ٹریفک پر' کل سے یہی حال تھا۔ وہ وجدان سے بالکل بات نہیں کر رہی تھی۔ خود کچن میں گھستی' اپنے لیے کچھ بنا لیتی۔ مجال ہے جو اسے کھانے کے لیے پکارا ہو۔ وہ کل سے کیا کھا رہا ہے' کہاں سو رہا ہے' اسے گویا پروا ہی نہ تھی۔

سرد ہوا کے جھونکے کب سے اس کے بالوں کو الجھا رہے تھے۔ وجدان نے سلجھانا چاہا' اس نے پھر سے ہاتھ جھٹک دیا۔

"مسئلہ کیا ہے تمہارے ساتھ؟"

"کوئی بھی نہیں۔"

"پھر میرے ساتھ ایسا سلوک کیوں کر رہی ہو۔ میں نے کیا کیا ہے؟"

زیبی نے نظروں کا زاویہ بدل کر اسے دیکھا۔ کچھ لمحے دیکھتی رہی پھر اس کی طرف پلٹی۔ اس کا چہرہ براہ راست اندر سے آنے والی روشنی کی زد میں تھا۔

"یہی تو افسوس ہے وجدان صاحب! کہ آپ نے کچھ نہیں کیا۔۔۔ آپ کے سامنے آپ کی بیوی کی کردار کشی کی گئی اور آپ نے ایک لفظ نہیں بولا۔" اس کا چہرہ غصے سے دہکنے لگا تھا۔

"زیبی! میں۔۔۔!"

"اس کا مطلب ہے کہ کوئی بھی آپ کے سامنے کچھ بھی مجھے کہہ دے۔۔۔ آپ خاموش رہیں گے۔ یا پھر اس کا مطلب ہے کہ جو کچھ وہ لوگ کہہ رہے تھے۔ اس پر آپ کو یقین تھا۔"

"فار گاڈ سیک زیبی! میں نے تو ایسا سوچا تک نہیں۔ تم خوامخواہ بات کو بڑھا رہی ہو۔ میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ تم۔۔۔۔"

"ہاں' لوگ آپ کے سامنے میری انسلٹ کریں' میرے کردار کی دھجیاں اڑائیں اور آپ صرف سوچتے رہ جائیں کہ آپ نے کہنا کیا ہے۔۔۔" اسے وجدان پر اتنا غصہ تھا کہ وہ اس کا اظہار بھی نہ کر پا رہی تھی۔

"تم نے ان کی اچھی خاصی انسلٹ کر تو دی تھی۔"

"میں نے کی تھی۔۔۔ آپ نے کیا کیا۔۔۔؟ کیا فائدہ ایسے شوہر کا جو بیوی کو ڈیفنڈ بھی نہ کر سکے۔" وہ چیخ گئی۔ وجدان شرمندہ سا ہو گیا۔

"زیبی! تم جانتی ہو۔۔۔ میرے اندر فوری فیصلہ کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ کسی بھی موقع کو دیکھ کر میں سوچتا ہی رہ جاتا ہوں کہ مجھے کس ردِ عمل کا اظہار کرنا چاہیے۔"

"ہاں۔ پہلے سوچتے رہ جاتے ہیں' پھر لوگوں کی باتوں پر اعتبار کرنے لگتے ہیں۔ یہی خصوصیت تو آپ کے والد کی شخصیت میں بھی نمایاں تھی۔" زیبی کے طنزیہ لہجے نے بہت تاک کر نشانہ لگایا تھا کہ وہ تڑپ اٹھا۔ چہرہ سرخ ہو گیا۔

"پلیز مجھے میرے باپ کے ساتھ کمپیئر مت کرو۔"

وہ سر جھٹک کر خاموش ہو گئی۔ وجدان بھی چہرہ موڑ کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

کچھ لمحے یونہی خاموشی کی نذر ہو گئے۔۔۔ دونوں اپنی اپنی جگہ خود پر قابو پانے کی سعی کر رہے تھے۔ فضا میں خنکی مزید بڑھ گئی تھی۔ دور ٹمٹماتی روشنیاں' سردی سے ٹھٹھرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔۔۔ آج ستارے بھی مدھم تھے اور چاند کا نام و نشان بھی نہ تھا۔

زیبی نے شال اپنے گرد درست کی۔ اسے لگا' وہ کل سے اس شخص کو خاصا سبق سکھا چکی ہے۔ پھر وہ اس کی ذات کی ساری خامیوں سے آگاہ تو تھی' اس کے باوجود اس سے محبت کرتی تھی۔

"زیبی! میں نے تم سے صرف شادی نہیں کی۔ محبت بھی کی ہے۔" وہ کہہ رہا تھا۔ زیبی نے نظروں کا زاویہ بدل کر اسے دیکھا۔

"تم پر اعتبار بھی کرتا ہوں' لیکن تم ہی تو کہا کرتی ہو کہ تم اپنے مسائل خود حل کر سکتی ہو۔۔۔ تم تو اتنی مضبوط ہو زیبی کہ تمہیں کسی سہارے' کسی آسرے کی ضرورت ہی نہیں۔"

"یہ بات نہیں ہے علی وجدان۔۔۔!" وہ دو قدم بڑھ کر اس کے برابر جا کھڑی ہوئی۔ "ہر انسان کسی نہ کسی حوالے سے معتبر ہوتا ہے۔ ایک رشتہ دوسرے رشتے کو مضبوط بناتا ہے۔ اور میاں بیوی کا رشتہ تو بہت ہی نازک ہوتا ہے۔۔۔ آپ سب کے سامنے میرے لیے ایک لفظ بول دیتے۔ میں معتبر ہو جاتی۔ میں لڑ سکتی ہوں' لیکن میں چاہتی ہوں میرے لڑنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ آپ میرے لیے مضبوط حصار بن جائیں۔"

"آئی ایم ساری۔"

"اٹس او کے۔"

وجدان نے سرد ہاتھ اس کے دونوں گالوں پر رکھے' ہلکے سے دبایا۔

"وعدہ رہا' زندگی میں کوئی مشکل آئی' تمہیں لڑنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ہم سیسہ پلائی دیوار بن جائیں گے۔"

"مجھے ایسا ہی مضبوط علی وجدان چاہیے۔" زیبی نے اپنے گرم ہاتھ اس کے ہاتھوں پر رکھ دیے۔۔۔ یہ سامنے کھڑا شخص جسے وہ اس کی ساری خامیوں' خوبیوں سمیت چاہنے لگی تھی۔ اس کا شوہر تھا۔ جو اس سے محبت کرتا تھا۔ مگر اظہار کرنے کا سلیقہ نہ رکھتا تھا' جو اس پر اعتبار تو کرتا تھا' مگر کبھی بتا نہ سکتا تھا۔۔۔ اور زیبی کو یقین تھا۔ وہ اسے سکھا دے گی۔